سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم
دور جدید

THE ALHAKAM QADIAN.

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی بیا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
(مجاہد مصری)

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے مار
حکام و امراء سے صہ
معاونین سے عمہ
عوام سے صمہ
ممالک غیر سے ۱۲ آنہ

مدینۃ المسیح قادیان دارالامان سے انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

(بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جلد (۳۸) | قادیان۔ ۲۲ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء یوم دوشنبہ | نمبر (۳)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ارشاد پر جماعت احمدیہ نے مطالبہ سے چار گنا زیادہ رقم پیش کر دی

ساڑھے ستائیس ہزار کی تحریک میں ایک لاکھ سے زائد کے وعدے

جماعت احمدیہ نے ڈیڑھ ماہ کے قلیل عرصہ میں ۳۳ ہزار روپیہ نقد اپنے امام کے قدموں میں ڈال دیا

حضرت امیر المومنین کا ایمان افزا اعلان

بحمد اللہ رب العالمین۔ جماعت احمدیہ کے مخلصین نے میری مالی تحریک کا جو جواب دیا ہے وہ مخالفوں کی آنکھوں کو کھولنے والا۔ اور معاونوں کی ہمت بڑھانیوالا ہے۔ چونکہ سب نیکیوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اسی لئے میں اسی پاک ذات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اپنی محبت کے اظہار کا ایک حقیر سا موقعہ دیکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

چند دن کی تحریک ساڑھے ستائیس ہزار تھی۔ اس کے متعلق اس وقت تک نقد تینتیس ہزار رقم آچکی ہے اور پندرہ جنوری سے پہلے ارسال شدہ وعدے کل ایک لاکھ چھبیس ۱۰۰۰۲۶ ہیں جو مطلوبہ رقم سے پونے چار گنا زیادہ ہیں۔ اور ابھی بیرون ہند کے وعدے آ رہے ہیں جن کو ملا کر غالباً چار گنے تک پہنچ جائیگی۔ میرے بعد کے اعلانوں کے مطابق زائد رقم کا کچھ حصہ ترجمہ انگریزی کی طباعت پر۔ کچھ اس سکیم کے مزید بوجھ پر اور اکثر حصہ آئندہ سالوں کے اخراجات پر خرچ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تفصیلی اعلان بعد میں کروں گا۔

اس اعلان کے ساتھ سوائے ان مستثنیات کے جو پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اب کوئی وعدہ یا نقد اس سکیم کے لئے قبول نہ کیا جائے گا۔ (سوائے مد امانت کے جس میں اب بھی دوست شامل ہو سکتے ہیں) اب جسے جوش اٹھے وہ صدقہ میں رقم دیکر اپنی سستی کا کفارہ کرے اور آئندہ سال کی سکیم کا انتظار کرے۔ لیکن یاد رہے کہ ایک نیکی دوسرے نیکی کی توفیق دیتی ہے۔ اسلئے چاہیئے کہ سال بھر نیکیوں میں کوشاں رہے تاکہ اگلے سال بھی محرومی نہ دیکھے۔

نادار مخلصین کے دلوں کا اندازہ کرتے ہوئے اور انہیں ثواب میں شریک کرنے کے لئے میں نے اپنا چندہ تین سو غربا کے نام منتقل کر دیا ہے۔ یعنی تیس تیس کے دس حصے ان غربا کے نام کر دیئے ہیں جو دل سے شامل ہونے کی خواہش رکھتے ہیں مگر شامل نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اس رقم کو ان کے لئے قبول کرے۔ اور اس کا ثواب انہیں دے۔ میں نے مزید تین سو روپیہ کی رقم قرض لے کر ادا کر دی ہے پہلے میرا خیال تھا کہ قسط وار ادا کروں۔ لیکن بعد از غور یہی مناسب سمجھا کہ جسقدر جلد سبکدوشی ہو اچھا ہے۔ دوسرے دوستوں کو بھی چاہیئے کہ جسقدر جلد ہو سکے وعدہ پورے کریں۔ لیکن یاد رہے کہ جو شخص اس سکیم کی وجہ سے قرض بڑھاتا ہے وہ اس پر عمل نہیں کرتا اسے رد کرتا ہے چاہیئے کہ اس سکیم میں حصہ لینے کی وجہ سے سال کے آخر میں ایک پیسہ بھی آپ پر قرض نہ ہو اور قرض لے کر اس سکیم میں حصہ لیا ہو تو سال سے پہلے وہ قرض آپ ادا کر چکے ہوں بلکہ کچھ اور رقم بھی آپ پس انداز کر چکے ہوں۔ غرض جو امداد دیں اپنے حالات کو بدل کر دیں۔ نہ کہ ایسا قرض چڑھا کر جس کے اتارنے کی صورت نہ ہو۔

چندہ کی سکیم کو کامیاب بنانے کا وقت آگیا ہے کہ دوست سکیم کے دوسرے حصوں کی طرف توجہ کریں اور جلد سے جلد اپنے اعمال کو اور دنیا کے حالات کو اسلام کے مطابق بنانیکی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر والسلام

خاکسار

میرزا محمود احمد

(الفضل)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپوا کر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)

قادیان کے گرد و نواح میں عنایت اللہ احراری کی تقریریں

اشتعال انگیزی، منافرت، امن سوزی اور
امام جماعتِ احمدیہ کے قتل کی تعلیم

کچھ عرصہ سے قادیان میں ایک ننگ اسلام بدفطرت انسان احرار کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ جو نہایت آزادی سے کھلے بندوں سلسلہ احمدیہ اور بانئ احمدیت سیدنا و مرشدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین کی شان میں ہمیشہ ایسی بیہودہ تقریریں کرتا ہے۔ جو امن سوز اور منافرت پھیلانے والی ہیں۔ اس نے کھلے الفاظ میں حضرت امیر المومنین کو قتل کرنے کی ترغیب لوگوں کو دی ہے۔ لیکن اب تک حکومت نے اس ننگ انسانیت کو آزاد چھوڑ رکھا ہے۔

ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے وہ رپورٹر جو اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتے۔ اور ان کی پوزیشن ایک معمولی کانسٹبل سے زیادہ نہیں ہوتی اپنے فرائض کا صحیح اور جائز استعمال نہیں کرتے بلکہ وہ ان حصوں کو جو تقریروں میں قابل اعتراض ہیں درج نہیں کرتے اور اس طرح وہ ملک معظم کی حکومت میں ایک نیا رخنہ پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں حالانکہ ساری ذمہ داری انپر عاید ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حکومت روشنی میں ان امور کو دیکھ نہیں سکتی۔

عنایت اللہ نے قادیان سے نکل کر اب دیہات میں دورہ شروع کر دیا ہے۔ اور لوگوں کو منافرت۔ اور قتل کی امن شکن تعلیم دینی شروع کر دی ہے

اس نے اپنی تقریر میں برملا کہا ہے کہ:۔

"میں دیہات کی ایسی تنظیم کروں گا جس سے مرزائی جہاں بھی جائیں گے جوتے کھائیں گے"

ہم حیران ہیں کہ حکومت ایسے مفسد انسان کو کسطرح دیہات میں دورہ کرنے اور تقریریں کرنے کی اجازت دیدی ہے جو محض اسلئے دورہ کرنا چاہتا ہے کہ دیہاتیوں منظم کر سکے تاکہ وہ احمدیوں کے جوتے ماریں۔ چنانچہ اس پروگرام کے ماتحت اس نے نواح قادیان میں دورہ کیا اور اپنی تقریروں میں کہا "اگر مرزا کو مارنا چاہتے ہو تو مہینہ میں کم از کم ایک جمعہ قادیان آکر پڑھا کرو گے"

پھر کہا کہ:۔

"وہ اپنی جان بچانے کے لئے اندر ہی گھستا ہے۔ باہر مقابلہ کرنے کے لئے کیوں نہیں نکلتا۔ کبھی وہ اپنی کوٹھی پر کتوں کے پہرے لگاتا ہے اور کبھی آدمیوں کے پہرے لگاتا ہے لیکن جب خدا کو منظور ہوا تو کتوں اور آدمیوں نے ہی اس کو کھا جانا ہے"

ہم حکومت سے پوچھتے ہیں کہ اس مفسد اور بدزبان کو کب تک کھلا رکھا جائے گا تاکہ وہ برملا لوگوں کو حکومت کی رعایا کے خلاف منافرت پھیلائے اور اپنی شر انگیز تقریروں سے بھڑکاتا ہے اور جاہل دیہاتیوں کو حضرت امام جماعت کے قتل کی کھلے کھلے الفاظ میں تلقین کرتا رہے۔

اگر حکومت اس مجرمانہ ذہنیت کے انسان کو آزاد رکھیگی تو اندیشہ ہے کہ حکومت کے خلاف یہ شبہ قوی نہ ہو جائے کہ حکومت ہی یہ سب کچھ کرا رہی ہے۔ اور اس صورت میں جو کچھ نتیجہ پبلک میں بے چینی اور بد امنی کا پیدا ہوگا اسکی ذمہ واری بھی حرف اور حرف گورنمنٹ ہی رہے گی۔

اسلئے حکومت کو جلد سے جلد اس مفسد کی گرفتاری کو عمل میں لا کر امن کو قائم کر دینا چاہئے۔

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

ڈاکٹر اقبال کا ایک قطعہ
اور اسکا جواب

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کا ایک قطعہ جس کا پہلا شعر ہے

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

اس کے جواب میں اخویم میر اللہ بخش صاحب تسنیم نے ایک قطعہ ارسال فرمایا ہے۔ جسے شکریہ کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے

قطعہ

یہ کون شوریدہ خوابگاہِ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
نہیں ہیں ہم مصریوں کے ضامن کہ ہم ہیں ہندوستاں کے مسلم
کئے ہیں مہر و منیر سے پھر گلوں سے ہم نے چراغ روشن
بنی ہے آشوبِ دہر لیلیٰ پھر آج برلاسیوں کے گھر سے
ہیں زائرانِ حریمِ مغرب مگر بسا ہی دلوں میں کعبہ
غضب ہے یہ مرشدانِ خود بیں خدا ہی ان ظالموں کو سمجھے
ہوا ہے پنجاب کے افق سے طلوع وہ آفتاب تازہ
ہمیں سے وابستہ ہیں امیدیں نظام عالم کی بہتری کی
نئی زمیں اور نیا فلک ہے ہماری امید و آرزو کا
نکل کھڑے ہیں بلاد یورپ کے فتح کرنے کو شیر اپنے
گراں تھی ذوق لطیف پر جنکے تلخی بادۂ حجازی
"کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں"
ہم اپنی کہتے ہیں ہم تو ملت کی شان و شوکت بڑھا رہے ہیں
پھر آشیاں عندلیب گم کردہ آشیاں کو دکھا رہے ہیں
پھر آج دیدارِ عام کا مجنوؤں کو مژدہ سنا رہے ہیں
ہم اپنی دنیا کے قصر و کوشک اساسِ دیں پر اٹھا رہے ہیں
جو راہ میں عازمانِ تیرہ کے شر کے کانٹے بچھا رہے ہیں
کہ جسکے پرتو کی تہ میں جلوے حجاز کے مسکرا رہے ہیں
مزاجِ بزمِ جہاں کو ہم اعتدالِ طبعی پہ لا رہے ہیں
مٹے ہوؤں کو بنا رہے ہیں بنے ہوؤں کو مٹا رہے ہیں
نشاں لئے ہاتھ میں ہم الغالبون کا دندنا رہے ہیں
جدید ساغر میں بھر کے تسنیم انہیں پرانی پلا رہے ہیں

سیرت المہدی کا ایک ورق

از قلم چودھری محمد علی خانصاحب اشرف ہیڈ ماسٹر بیرم پور

(۱)

حضور کی دعا سے امتحان میں کامیابی

خداتعالیٰ کے برگزیدہ بندے خصوصاً انبیاء خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے علم حاصل کر کے پیشگوئیاں کرتے۔ اور پیش از وقت آنے والے واقعات کی خبر دیتے اور عقدۂ لاینحل و پیچیدہ مسائل و مشکلات و معاملات کی حل ثابت ہوتے ہیں۔ جو بات ایک دفعہ منہ سے کہدیں وہ ویسے ہی ظہور پذیر ہوتی اور ماننے والے کے ایمان کو مضبوط و مستحکم کرنے کا موجب بنا کرتی ہے۔

۱۹۰۶ء کا ذکر ہے جبکہ خاکسار ریلوے ڈیپارٹمنٹ لاہور میں ملازم تھا کہ پرائیوٹ امتحان انٹرنس دینے کا ارادہ کر کے ملازمت ترک کرنا چاہی۔ میرے متعلق میرے اکثر اساتذہ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (جو ان دنوں صاحبزادگی کی حالت میں خاکسار کے ہم جماعت تھے) کا خیال تھا۔ کہ خاکسار خواہ نو سال تک کسی گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہو کر امتحان میٹرک پاس کرنا چاہے تو ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں ایسا خیال رکھنے والے تمام اصحاب کو کہا کرتا تھا کہ خدا کی ذات اس بات پر قادر ہے کہ بجائے نو سال محنت اٹھانے کے پہلی دفعہ ہی پاس کر دے۔ چنانچہ خاکسار نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت مقدسہ میں ایک عریضہ تحریر کر کے امتحان دینے اور ملازمت ترک کرنے کی اجازت چاہی آنحضرت نے فوراً باہر دروازے پر تشریف فرما ہو کر مجھ غریب کو سمجھانا چاہا کہ ملازمت کیوں چھوڑتے ہو؟ ملازمت چھوڑنا اچھا نہیں ہوتا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ حضرت! اگر میں انٹرنس پاس کر لوں تو ملازمت میں مجھے خاصی ترقی مل سکتی ہے۔ ورنہ میں معمولی درجہ پر رکا رہوں گا۔ حضرت نے مجھ سے یہ عرض سننے پر اظہار مسرت فرما کر مجھے پیار کر کے فرمایا۔ اچھا جاؤ اجازت ہے۔ میں دعا کروں گا پاس ہو جاؤ گے۔ چنانچہ میں نے پرائیوٹ طور پر محنت کر کے امتحان دے دیا۔ اور پاس ہو گیا۔

پھر قادیان میں اپنے اساتذہ اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملکر خوشخبری سنائی تو سب حیران رہ گئے اور میری بات پر یقین نہ کرتے تھے۔ مگر جب میں نے حضرت اقدس سے اجازت اور دعا کرنے کا واقعہ سنا کر یونیورسٹی پنجاب کا مطبوعہ کارڈ دکھایا۔ تو سب فرمانے لگے کہ تم معجزانہ رنگ میں پاس ہوئے ہو۔ الحمد للہ

(۲)

حضرت اقدس کے زمانہ کا ایک واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ زمانہ طالبعلمی میں مجھ خاکسار کو حضرت اقدس اور صاحبزادہ صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح ثانی) اور حضرت مفتی محمد صادق سے محبت ہاں بہت ہی محبت و انس ہونے کے سبب جدائی کا صدمہ برداشت کرنا بہت گراں تھا جب کہ آپ سب گورداسپور میں کرم دین کے مقدمہ کیوجہ سے گورداسپور میں کئی دن مقیم رہے۔ لہٰذا یہ خاکسار بھی وہاں جا پہنچا۔ اور سکول کی غیر حاضری کی پرواہ نہ کی۔ کیونکہ ان دنوں حضرت کی زندگی میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء تعلیم کی اتنی پرواہ نہ کرتے تھے۔ جتنی کہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر رہنے کی۔ وہاں قانونی کتب کی جو قادیان میں مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی کی کوٹھری میں تھیں جو مسجد مبارکہ سے ملحقہ تھی بے حد ضرورت پڑی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی قاضی یار محمد صاحب اور مولوی فضل الدین صاحب (حال وکیل) اور خاکسار فوراً بذریعہ ریل گاڑی قادیان کے قریب اسٹیشن پر اتر کر راتوں رات صبح سورج نکلنے تک کتب لے کر گورداسپور آ پہنچیں۔

ریل گاڑی ہمارے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ہی روانہ ہوگئی اب بظاہر ایسے حالات تھے۔ کہ ہم صبح تک گورداسپور واپس نہ پہونچ سکتے تھے۔ کیونکہ سردی کا موسم پھر بادل گھرا ہوا بوندا باندی ہو رہی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ سرد تیز ہوا چل رہی تھی۔ ہم تینوں نے یکوں کے اڈے پر واپس لوٹ کر کرایہ کا یکہ لینا چاہا۔ گھٹا ٹوپ تاریکی میں خاص کر اس حالت میں جبکہ راستہ بھی سخت مخدوش و بے پناہ اور نہر کی پٹڑی پر بڑی احتیاط سے یکہ چلانا کارے دارد۔ و الّا چور ڈاکو اور راہزنوں کا بے حد اندیشہ۔

بہرحال ہم نے بمشکل تمام ایک یکہ والے کو سمجھا بجھا کر کافی سے زیادہ اجرت دے کر رضامند کیا۔ مگر مشکل یہ تھی گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا ہم نے ایک ہری کین لیمپ ہمراہ لیا۔ جسے بار بار جلاتے اور بار بار ہی وہ بجھ جاتا۔ کچھ اس کی روشنی اور کچھ بار بار چمکنے والی آسمان کی بجلی کی چمک سے یکہ کو بمشکل قادیان پہنچایا۔ کوٹھری مخصوصہ سے کتب لیں۔ اور یکہ والے کے پاس پہونچے۔ مگر اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ جس سے ہم بے حد پریشان ہوئے بڑی منت و سماجت اور کچھ زیادہ اجرت اور خاطر و مدارات سے پھر راضی کیا اور جلد جلد یکہ کو چلا کر ہم عین وقت پر گورداسپور پہونچ گئے اور حضرت کی پاک دعائیں لیں اور اس خدمت کی سعادت ہمیں نصیب ہوئی ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ؎

(۳)

پاک مزاح

ایک دفعہ اسی مولوی کرم دین کے مقدمہ کی تاریخ پیشی کے بعد گورداسپور سے ہم عاشقان مسیح موعود بذریعہ ریل بٹالہ پہنچے اور سٹیشن کے ویٹنگ روم میں ہی حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے کا شرف اور کھانا کھانے کی عزت نصیب ہوئی

حضور نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو تمام سواریوں کے مناسب حال یکوں کی فہرست طیار کرنے کے لئے ارشاد فرمایا حضرت مفتی صاحب نے چار چار سواریوں کے لئے ایک ایک یکہ کا حساب لگا کر فہرست تیار کی۔ جس یکہ پر حضرت صادق صاحب نے خود سوار ہونا تھا فہرست میں اپنے نام کی بجائے "خاکسار" کا لفظ لکھا۔ علیٰ ہٰذ القیاس جس یکہ پر مجھ احقر کو سوار کرنا تھا۔ اس پر بھی میرے اصلی نام کی بجائے "خاکسار" کا لفظ رقم فرمایا (کیونکہ ان دنوں بندہ کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا)

جب فہرست مذکور حضرت کے حضور پیش ہوئی اور حضرت نے دو یکوں پر "خاکسار" کا لفظ لکھا ہوا دیکھا تو ہنس ہنس کر لوٹ ہونے لگے۔ اتنے ہنسے کہ ہنسی کو ضبط نہ کر سکتے تھے اور فرمانے لگے کہ "**مفتی صاحب۔ ہم بہت حیران ہیں کہ آپ دو یکوں پر کس طرح سوار ہونگے۔ کیا ایک ٹانگ ایک یکہ پر اور دوسری دوسرے پر رکھو گے؟**"

حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا کہ نہیں حضرت! اس لڑکے کا (میری طرف اشارہ کر کے) نام بھی خاکسار مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا نام تو محمد علی ہے تو عرض کیا گیا کہ یہ اپنا تخلص خاکسار کرتا ہے۔ حضور نے پھر دریافت فرمایا کیا یہ شعر کہتا ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا کہ ہاں حضور یہ شاعر ہے۔

اس طرح "خاکسار" کے لفظ نے عجیب لطیفہ پیدا کر دیا اس کے بعد احقر نے "خاکسار" کی بجائے "اشرف" تخلص کر لیا۔ ؎

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی؟ کہ دریں گرد سوارے باشد

جب ہم یکوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔ ہم سب کو بارش نے بے حد حیران کیا۔ مگر آنحضور حالت محویت میں تھے۔ آپ کو معلوم نہ تھا کہ بارش ہو رہی ہے۔ آپ نے کسی طرح کی گھبراہٹ ظاہر نہیں کی اور اطمینان اور خدا پر شاکرانہ طرز سے بیٹھے فنافی اللہ دکھائی دیتے تھے۔ آپ کی شان دلربائی عجیب بہار دکھاتی اور ہم سرمستوں کے دلوں میں ایمان بھرتی تھی۔ ہم اپنے آپ کو کیسا خوش نصیب سمجھتے تھے قارئین کرام اس کا اندازہ خود لگا لیں۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و علی المسیح الموعود و بارک و سلم

(۴)

مقدمہ کرم الدین کا ابتدائی فیصلہ اور حضور کی رویاء

اسی مقدمہ کرم دین کی آخری پیشی پر تاریخ فیصلہ سے ایک یا دن قبل

آپ نے بوقت نماز عصر حضرت حکیم الامۃ اور حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی اور دیگر اصحاب سے جن میں یہ خاکسار بھی شامل تھا فرمایا کہ ہم نے رویا دیکھی ہے کہ ہم سفید گھوڑے پر سوار باہر سے گھر کو آرہے ہیں (مفہوم) اور ہمارے گھر والے یہ الفاظ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا نقصان ہو گیا ہے (غالباً روپوں کا) تو میں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ میں تو سلامت آگیا ہوں۔

اس رویا کی تعبیر آپ نے یہ فرمائی کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ منصف (جو بجا متعصب آریہ ہے اور آنحضور کے خلاف فیصلہ دینے پر تُلا ہوا ہے) ہمیں جرمانہ وغیرہ کی سزا دے گا۔ اور دوسری قسم کی سزا نہ دے سکیگا بالآخر عدالت عالیہ سے ہم بری ثابت ہوں گے۔ اور اُسکی شرارتوں سے ہم بچکر سلامت رہیں گے۔

چنانچہ دوسرے دن یہی وقوعہ پیش آیا کہ منصف نے آپکے خلاف جرمانہ کا حکم سنایا۔ جو اسیوقت ادا کیا گیا۔

آہ! وہ وقت بھی جماعت پر کیسا بھاری تھا۔ کہ کچہری کے چاروں طرف پولیس ہی پولیس ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لئے مقرر کی گئی تھی۔ گویا منصف کو بھی سخت اندیشہ تھا کہ فیصلہ سناتے وقت ممکن ہے کہ کوئی فتنہ ظہور میں آئے

مگر حضرت نے ذرا گھبراہٹ ظاہر نہیں کی۔ اور ہشاش بشاش عدالت سے باہر تشریف لاکر جائے قیام کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور فیصلہ اسی طرح ہوا جسطرح حضور نے ایک دن ماقبل فرمایا تھا۔ اور اپیل کرنے پر جرمانہ بھی معاف ہو گیا۔ جرمانہ کی معافی کے ساتھ منصف کے خلاف بھی حاکم اعلیٰ نے ایسے الفاظ استعمال کیے جن سے اُس کی بے حد نالائقی ثابت ہوتی تھی آخر اس کو عہدہ سے معزول کیا گیا۔ جس سے اُس کی بے حد بیعزتی ہوئی خدا کے پہلوانوں پر ہاتھ ڈالنا خود ہلاک ہونا ہے۔

(۵)

حضور کا سفر لاہور

ایک دفعہ مقدمہ کرم دین کی تاریخ پیشی کے بعد حضرت اقدس معہ اصحاب لاہور تشریف لے گئے۔ اور خاکسار بھی بحالت طالب علمی ہمراہ گیا۔ لاہور میں حضور نے میاں فیملی (میاں سراج الدین۔ چراغ الدین۔ معراج الدین تاج الدین صاحبان حقیقی برادران ہیں) کے مکانات میں جو بیرون دہلی دروازہ ہیں نزول فرمایا۔

یہ غالباً ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے۔ لاہور میں حضور کی تشریف آوری کی خبر اخبارات میں ہر طرف بجلی کی رو کی طرح پھیل گئی۔ اور مخالفت کا وہ شور اٹھا کہ الاماں۔

وہاں حضور کے لیکچر کا انتظام کیا گیا۔ جو لاہور کے سب سے بڑے ہال میں ہوا۔ مخالفین نے شور مچانا چاہا۔ مگر جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب داؤدی صفت سے قرآن کریم سنانے لگے تو ہال میں ایک سناٹا چھا گیا اور چاروں طرف خاموشی چھا گئی اور لیکچر نہایت کامیابی سے ختم ہوا فالحمد للہ

(۶)

ظہر کو دشمن اور عصر کیوقت حلقہ غلامی میں داخل

ایک دفعہ نماز ظہر کیوقت حضرت اقدس مسجد مبارک کے متصلہ ایک صحن میں حلقۂ احباب میں تشریف فرما تھے کہ ایک کٹر مخالف نوجوان دنیاوی آرائش میں پرتکلف خشلمین حلقہ کے ارد گرد نہایت متنفرانہ و متکبرانہ انداز سے منہ ہی منہ میں گاہے گاہے ذرا دھیمی آواز سے حضرت اقدس کے خلاف بے ہودہ کلمات گنگناتا ہوا منڈلاتا پھرتا تھا جسے ہم حضرت کے پاس ادب کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے وہ اپنا کام برابر کیے جاتا تھا۔ مگر خدا کی قدرت کے قربان جائیے بوقت عصر بطیب خاطر اپنی خوشی سے وہ بیعت کر رہا تھا خدا قادر ہے کہ اشد ترین مخالف کو بھی بیعت کی توفیق دے اور راہ راست ماننے کے لئے مجبور کر دے (ان اللہ علیٰ کل شیئٍ قدیر) یہ حضرت اقدس کے اُس وعظ و تلقین اور قوت جاذبہ کا اثر تھا۔ جو معجزانہ رنگ میں ہمارے ایمانوں کو بڑھانے کے لئے ظہور پذیر ہوا۔ الحمد للہ

(۷)

حضور کے معجزات و کرامات ہم نے اکثر اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے ہوئے دیکھے۔ جیسا کہ آسمان سے آگ کا نمودار ہونا۔ عفت الدیار محلھا و مقامھا کی پیشگوئی و تازہ وحی کے مطابق اپریل ۱۹۰۵ء کو زلزلہ سے کانگڑہ کے اکثر مقامات کا تباہ و مسمار ہونا۔ بعض احباب کے خطرناک مہلک امراض کا محض آپ کی دعا سے دفع ہونا۔ مثلاً مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے کے پلیگی بخار کا آپ کے مس کرتے ہی سرد ہو جانا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی مہلک مرض کیوقت یا نار کونی بردًا و سلامًا و سلام قولًا من رب الرحیم الہامات کے ماتحت ان کا شفایاب ہونا ایسے ہی ہمارا اپنا بارہا مشکل و کٹھن اوقات میں محض آپ کی دعا کے طفیل فیضیاب ہونا۔ وغیرہ وغیرہ

ایسے ہی آپ کی پیشگوئیاں ہم نے اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھیں۔ جیسا کہ شہدائے کابل۔ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی۔ امریکن ڈوئی اور مقدمات کرم دین وغیرہ کے متعلق عین آپ کے ارشادات کے ماتحت ظہور پذیر ہونا۔

(۸)

نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا کتوں سا کھولنا منہ تخم فنا یہی ہے

اسلامیہ مڈل سکول چک نمبر ۲۴۳ گوگیرہ برانچ ضلع لائلپور کا واقعہ ہے۔ جو میں نے بچشم خود دیکھا۔ وہ یوں ہوا کہ سکول مذکور میں یہ خاکسار ہیڈ ماسٹر تھا۔ میرے ماتحت ایک مولوی فاضل مسمی کرم الٰہی کام کرتے تھے۔ میں نے تبلیغ کے طور پر حضرت اقدس کی کتب برائے مطالعہ اس کو دیں۔ جنھیں اس مردود نے جلا دیا۔ بعدہٗ سکول ٹائم میں میرے ایک آرڈر پر اس نے بدیں وجہ دستخط کرنے سے انکار کر دیا کہ ہیڈ ماسٹر احمدی اور انگریزی خواں ہونے کے باعث (نعوذ باللہ) کافر ہے مزید برآں حضرت اقدس کی شان مبارک میں مغلظ بدزبانی بھی کی جو میرے لئے ایسی دل آزار تھی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے انصاف چاہا۔ اور اُسے بہت کچھ سمجھانے کی سعی کی۔ کہ مجھے جتنی گالیاں دینا پسند کرتے ہو۔ دے لو۔ مگر اس برگزیدہ خدا پر گندہ دہانی مت کرو۔ مگر اُس نے ذرا بھی خدائے قہار و جبار سے خوف نہ کیا۔ مجبوراً میں نے سکول کمیٹی میں اس بات کی رپورٹ کر دی۔ اراکین سکول کمیٹی نے اُسے انتظام سکول میں خلل اندازی سے روکا۔ اُس نے اُن کو یقین دلانا چاہا کہ یہ احمدیہ ہیڈ ماسٹر محض انگریزی خواں ہے۔ اور عربی فارسی وغیرہ امور سے مطلق نابلد ہے اراکین سکول کمیٹی بڑے معاملہ فہم اور منصف مزاج تھے باوجودیکہ وہ غیر احمدی تھے۔ مگر میرے کام کے مداح تھے انھوں نے پانچ اسلامی مسائل کے تحریری امتحان کا مقابلہ ہم دونوں میں رکھ دیا۔

میں نے ان کے سامنے ہی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے وقفہ میں اُنیس بیس صفحہ لکھ کر پیش کر دیئے

وہ شام تک لائبریری سکول سے مدد لینے کے باوجود محض چار صفحے ایسے مکروہ خط میں لکھ سکا کہ مسائل کے حل کا سر و پیر ندارد۔

میری رپورٹ پر سکول کمیٹی اس کے خلاف ہو کر اُسے موقوف کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اسی اثناء میں اُس نے سکول کمیٹی سے براہ راست دس دن کی رخصت طلب کی۔ جنھوں نے درخواست رخصت بذریعہ ہیڈ ماسٹر بھیجنے کو کہا۔ لہٰذا وہ میرے پاس آیا اور رو پڑا۔ کہ رخصت ضروری ہے۔ کیونکہ میرا حقیقی بھائی کہیں دور جگہ پر قریب المرگ ہے۔ اور وہاں اس کا جانا اشد ضروری ہے۔ میں نے اسیوقت اس کی رخصت منظور کر لی اور وہ چلا گیا۔

اب خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیے کہ اس کا اپنے بھائی کی بیماری کا بہانہ محض جھوٹ تھا۔ اور کسی جگہ سے اُس نے ایک عورت کو نکال کر لانا تھا۔ وہاں سے وہ ایک جوان لڑکی بھگا لایا۔ مگر اس کے پیچھے ہی پیچھے سراغرساں معہ پولیس اس گاؤں میں پہنچ گئے

بعد از رخصت وہ سکول حاضر ہی ہوا تھا کہ بیٹھتے ہی سکول کمیٹی کی طرف سے ڈسمس آرڈر (حکم برخاستگی) اسے دیا گیا اور نہایت ذلت سے سکول سے نکالا گیا۔

وہ باہر نکلا ہی تھا کہ اُسے معلوم ہوا کہ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ لہٰذا بغیر گھر گئے وہ جنگل کی طرف بھاگا۔ مگر گاؤں کے بعض غیرتمند زمینداروں کے وہ قابو آگیا۔ جن کو اس بات کا بے حد رنج تھا۔ کہ باوجود مولوی فاضل اور ہمارا پیش امام و خطیب ہونے کے اس نے ہماری نمازیں وغیرہ ہی خراب نہیں کیں۔ بلکہ ہمارے گاؤں کی بدنامی کا بھی موجب ہوا ہے لہٰذا اس کو اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گیا۔ آخر اسے کہا گیا کہ بہتر ہے کہ گاؤں چھوڑ کر کہیں بھاگ جاؤ۔ ورنہ بجائے پولیس میں گرفتار کرانے کے ہم خود تمھیں ہلاک کر دیں گے۔

وہ اُفتاں و خیزاں وہاں سے ایسا رفو چکر ہوا کہ نہ ہی اپنے گاؤں کبھی آج تک آیا۔ اور نہ ہی اس کی بابت آج تک معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ کہاں ہے

بہر حال وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر ہمارے لئے خدا کے مسیح کی صداقت کا ایک چمکدار نشان بن گیا۔

الحمد للہ

(۹)

صداقت مسیح موعودؑ کا ایک عجیب واقعہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائف اور ہمارے زمانہ طالب علمی قادیان

تعلیم الاسلام ہائی سکول کا واقعہ ہے کہ:۔

ایک دفعہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنے زمانہ ہیڈ ماسٹری میں ہماری جماعت کے روبرو جو سبق پڑھنے آ گئے بیٹھی تھی فرمایا:۔

(آپ کے اصل الفاظ تو میں بیان نہیں کر سکوں گا۔ البتہ ان الفاظ کا مفہوم ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کروں گا)

آج رات ہمیں خواب میں ایک شخص کا نام اور پتہ بتلایا گیا۔ اس میں کچھ راز ہے اس شخص کو خط لکھنا چاہیئے دیکھیں کہ سچ مچ کوئی شخص اس جگہ میں ہے جو بتلائی گئی ہے۔ آپ نے ہمارے سامنے ایک ملفوف جس میں اس خواب کا ذکر تھا سپرد ڈاک کیا۔ اور نتیجہ کے منتظر رہے اب خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیئے کہ وہ خط سچ مچ ہی اس بتلائی ہوئی جگہ پر اسی شخص کو مل گیا اور اس نے حضرت مفتی صاحب کو لکھا کہ علین آپکی مانند میں نے بھی اسی رات اور اسی وقت ایک خواب میں دربار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور دیکھا کہ دربار میں تمام انبیاء موجود ہیں اور ایک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی ہیں رسول کریم نے مرزا صاحب کا بازو پکڑ کر سب کے سامنے انھیں پیش کیا کہ آج سے تیرہ سو سال قبل جو میرا وجود تھا۔ آج وہ یہ وجود ہے۔ جو اس کو مانے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ جو اسے نہ مانے گا میں اس کی شفاعت نہ کروں گا۔

یہ خواب ہے اور میں حیران تھا کہ جس شخص کو (حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ) حاضرین دربار کے روبرو پیش کرکے آپ ان کو اپنا نائب ظاہر کرتے ہیں اور ان کی پیروی لازمی قرار دیتے ہیں۔ میں کہاں انکا پتہ لگاؤں اور کہاں سے اور کس سے ان کے متعلق دریافت کروں۔ میں خداوند کریم کی ذات پاک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کا احسان مند ہوں جو آپنے مجھے ان کا پتہ دیا۔ اور ساتھ ہی مجھے اس یقین اور ایمان سے بھر دیا کہ فی الواقع حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود ہیں اور حضرت رسول پاک کے نائب خاص۔ اور پھر لکھا کہ میں انشاء اللہ العزیز عریضہ ہذا کے ملنے کے بعد جلد ہی قادیان پہنچکر حضرت کی زیارت و بیعت سے مشرف ہوں گا۔ پھر چند دن کے بعد وہ شخص قادیان پہنچ گیا۔ اور حضرت مفتی صاحب نے اس بزرگ انسان سے ہمارا تعارف کرایا۔ وہ بزرگ انسان واقعی ایک بزرگ تھے۔ اور بڑے عابد و زاہد اور شب بیدار اور ہر وقت یاد الٰہی میں محو دکھائی دیتے تھے چند دن کے بعد اس بزرگ انسان نے حضرت مفتی صاحب سے دریافت فرمایا کہ "مفتی صاحب! کیا کابلی لوگ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن ہیں؟ پھر حضرت مفتی صاحب سے اپنے خواب کی ساری واردات بیان کی۔ جو اسی رات انھوں نے دیکھی تھی

حضور کے قتل کا منصوبہ

خدا کا کرنا کہ فی الواقع دو پٹھان بڑے گرانڈیل جوان اسی روز قادیان میں براجمان ہوئے۔ چونکہ اس بزرگ انسان نے پہلے ہی اپنی خواب بیان کر دی ہوئی تھی۔ اور حضرت مفتی صاحب کی دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی خواب کا چرچا عام لوگوں میں مشہور ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس بزرگ انسان کی خواب کی بنا پر اور پھر اس کے یہ بتلانے پر کہ فی الواقع یہی وہ دونوں اشخاص ہیں جو میں نے خواب میں دیکھے ہیں۔ اور ان کو کسی نے حکم دیا ہے "برو وبکش" کہ جاؤ (مرزا صاحب کو) مار دو۔

چنانچہ اس خدا رسیدہ شخص کی خواب کی بنا پر ان کی نگہداشت کی۔ بہر لذا ئے ملت کو ضرورت محسوس ہوئی بعد از نماز عشاء وہ پٹھان مسجد مبارک میں شب باشی کے لئے ٹھیرنا چاہتے تھے کہ رات کو موقع پاکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو نقصان جان پہنچانے کی سرتوڑ کوشش کرنیکے قابل ہو سکیں۔

کیونکہ مسجد مبارک میں حضرت اقدس کا رہائشی مکان ساتھ ہے رہائشی مکان سے مسجد میں نہ کھڑکی کھلتی ہے۔ بلکہ دروازے بھی ہیں۔ لہٰذا ان کو ان کی مرضی کے خلاف مہمان خانہ میں ٹھیرانا چاہا۔ مگر وہ وہیں ٹھیرنے کے لیئے مصر ہوئے۔ ناچار ان کو مسجد اقصیٰ میں ٹھیرایا گیا۔ جہاں سے سنا ہے کہ وہ رات کو حضرت کے مکان کے ارد گرد پھر پھر کر اوپر جانے یا اندر داخل ہونے کی کئی دنوں تک کوشش کرتے رہے۔ بالآخر قریبًا دو ہفتہ کی مسلسل کوششوں میں ناکام و نامراد رہ کر خائب و خاسر واپس لوٹ گئے۔

کیوں نہ ہوتا جبکہ وعدہ الٰہی موجود تھا انی احافظ کل من فی الدار

اس طرح نہ صرف اسوقت کے قادیان کے ساکنین نے ہی بلکہ ان دنوں آنے جانیوالے مہمانوں نے بھی یہ قدرت خدا کا نظارہ دیکھ کر اپنے ایمانوں میں کافی سے زیادہ اضافہ حاصل کیا الحمد للہ

(۱۰)

حضور کی صحبت کا اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم کرمدین سے مقدمہ میں بہت سے لوگ حضرت اقدس کے ساتھ گورداسپور میں تھے۔ میرے پاس ایک بڑے سائز کا مترجم قرآن شریف تھا۔ جو مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے اپنے ہاتھ سے دربار خاص میں مجھے انعام دیا تھا۔ کیونکہ میں نے آٹھویں جماعت خاص امتیاز سے مہاراجہ کی ریاست میں پاس کی تھی۔ اور مجھ سے دریافت کیا گیا تھا کہ انعام میں کیا لوگے تو میں نے قرآن مجید مترجم کیلیئے عرض کیا اور وہی مجھ کو دیا گیا۔ جس پر ماسوائے یونیورسٹی پنجاب کی سند کے ریاست کی طرف سے بھی مطبوعہ سند جلد قرآن کریم کے اندر کی طرف آویزاں و چسپاں تھی۔ وہ قرآن کریم چونکہ موٹے حروف میں تھا نیز مجھے انعام میں ملا ہوا تھا۔ مجھے اتنا عزیز تھا کہ ہمیشہ میں اس انعامی قرآن شریف کو سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ حضرت کے دوسرے اصحاب بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت مولوی عبدالستار صاحب کابلی بھی تھے۔ انھوں نے اس قرآن شریف کو دیکھ کر ایسا پسند کیا کہ مجھ سے مانگنے پر مجبور ہو گئے۔ اور مجھے فرمایا کہ "چونکہ میری نظر کمزور ہے اسلیئے مجھے اپنا جلی حروف والا قرآن کریم دیدو۔ اور مجھے چھوٹی سی عکسی حمایل اس کے بدلے میں دے دی۔ اور قرآن مجید مجھ سے لے لیا۔ حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے سے چھوٹے چھوٹے بچوں میں بھی ایثار کا مادہ ہو گیا تھا۔ باوجودیکہ میں طالب علم تھا۔ اور انعامی قرآن کریم کا گرویدہ مگر میں نے ان کی درخواست کو رد کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور ان سے دعائیں لیں الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۱۱)

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی خواہش

ایک دفعہ حضرت اقدس خواجہ کمال الدین صاحب کی کوٹھی میں بجانب سڑک کیلیانوالی بالمقابل اسلامیہ کالج لاہور معہ خدام تشریف فرما تھے۔ جن میں یہ عاجز بھی شامل تھا

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا ایک قاصد آیا ان کا ایک رقعہ لایا۔ یا زبانی پیغام دیا کہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی آنحضور سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات و ممات پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اسپر حضور نے بیٹھے بیٹھے بڑے جوش میں تقریر فرمائی۔ آپ کا چہرہ جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور حضور بار بار اپنی ران پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے:۔ (مفہوم) اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو اسلام مر گیا سمجھو۔ اور اگر وہ مر گئے ہیں تو اسلام زندہ۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت میں اسلام کی حیات ہے۔ اور فرماتے کہ ان مولویوں کی سمجھ کو خدا جانے کیا ہو گیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم ان کو مارتا ہے شب معراج میں حضرت نبی کریمؐ نے ان کو مردوں میں دیکھا ہے۔ ان کی موت کئی طرح سے ثابت ہے۔ خدا جانے انکو انکے زندہ رکھنے میں کیا فائدہ ہے۔ یہ مولوی اپنی پیچ پر ایسے اڑتے ہیں کہ خدا اور رسول بیشک جھوٹے ہو جائیں۔ مگر ان کی بات رہ جائے۔

(۱۲)

حضرت اقدس لاہور میں

حضرت اقدس اپنی زندگی کے آخری ایام میں لاہور تشریف فرما تھے۔ وہاں لاہور میں حضور کی ایک تقریر کا اہتمام ہوا۔ جو سید محمد حسین شاہ صاحب ڈاکٹر کے مکان کے صحن میں آپنے فرمائی۔ لاہور کے بڑے بڑے شرفاء امراء وکیل بیرسٹر اور اخبارات کے ایڈیٹر وغیرہ اسوقت تقریر سننے کے لئے مدعو تھے۔ یہ عاجز چونکہ لاہور کے دفتر ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ

میں کلرک تھا۔ جو ریلوے اسٹیشن لاہور کے باہر نزدیک ہی تھا۔ اور میرا رہائشی مکان بھی احمدیہ بلڈنگ کے نزدیک ہی موچی دروازہ میں تھا۔ اسلئے عموماً یہ خاکسار وقت دفتر کو چھوڑ کر باقی وقت میں احمدیہ بلڈنگ میں گزارتا اور حضرت اقدس کے کلمات طیبات سننے کا شرف حاصل کرتا وہ تقریر بھی سنی۔ بعد از تقریر بھی سنی۔ بعد از تقریر وہ بڑے بڑے مدعو کردہ بہت سے اشخاص خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں سے اکثر سے زیادہ غیر احمدی تھے۔ وہ سب حضرت کی تقریر کی تعریف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ حضرت مرزا صاحب جیسے تحریر میں بے مثل ہیں ویسے ہی تقریر کرنے میں لاثانی۔ ہم آجتک نہ جانتے تھے کہ آپ تحریر و تقریر دونوں میں کامل ہیں۔

(۱۲)

حضور کی مخالفت کا ایک منظر اور وفات

آپ کی زندگی کے انہی مذکورہ آخری ایام کا ذکر ہے کہ حضور نماز عصر کے لیئے تشریف لائے۔ جب جماعت کھڑی ہونے لگی تو آپ نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب و سید محمد حسین شاہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہم کو فرمایا جو میں نے بھی بوجہ نزدیک ہونے کے سنا کہ ہمارے لیکچر کی طباعت وغیرہ کا انتظام جلد از جلد کرنا چاہیئے۔ (حضور ان ایام میں پیغام صلح کے لیکچر کے لکھنے میں مصروف تھے) کیونکہ اسہال ہونے کے سبب مجھے نقاہت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم زیادہ بیمار ہو جائیں۔ اور کام بیچ ہی میں رہ جائے تو پبلک بدظن ہو کہ مرزا صاحب اندر سے باہر نہیں نکلتے۔

(ان دنوں تمام لاہور میں مخالفت کا بے حد زور و شور تھا۔ ایک طرف اگر سید جماعت علی شاہ اپنی ٹمٹماتی ہوئی لالٹین لیکر احمدیہ بلڈنگ کے نزدیک سڑک کے دوسرے کنارے پر آپ کے خلاف بکواس کرکے لوگوں میں آپ کے خلاف جوش پیدا کرتا اور ان کو گمراہ کرتا۔ تو دوسری طرف اسی طرح کے اور بھی حلوہ مانڈہ خور ملانے آپ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر اپنی بکواس بدحواس کرکے لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ غرض جتنی مخالفت ہوتی اتنی ہی احمدیت کی اشاعت ہوتی)

اللہ کی شان حضور پھر دوسری نمازوں میں شامل نہ ہو سکے۔ اور صبح کی نماز میں بھی تشریف نہ لائے سنا گیا کہ بوجہ اسہال بہت کمزور ہیں۔ بعد از نماز فجر عاشقان مسیح اپنے اپنے کام کرنے کے لئے منتشر ہوگئے۔ اور یہ عاجز بھی دفتر اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا۔ دفتر پہونچتے ہی میں نے ایک خط لکھا اور اسے دفتر سے باہر ایک لیٹر بکس میں ڈالنے کے لئے نکلا تو دیکھا کہ میاں عبد اللہ پروفیسر نہایت غمگین صورت بنائے سٹیشن پر تاریں لے کر جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا پروفیسر صاحب کدھر جا رہے ہو؟ تو انھوں نے سسکتے ہوئے فرمایا

آہ! حضرت صاحب کا انتقال ہوگیا

جس سے سنتے ہی میں بدحواس ہوگیا۔ اور ایسا بدحواس کہ میں ان سے لڑ پڑا۔ اور مارنے کو بھی ہاتھ اٹھایا۔ اور کہا کہ کیا بکواس کرتے ہو؟ مگر انھوں نے مجھے معذور سمجھ کر قسم کھائی اور تاریں دکھائیں۔ جو غالباً خواجہ کمال الدین صاحب کی لکھی ہوئی تھیں۔ ایک قادیان کی طرف دوسری مرزا سلطان احمد صاحب (خلف الرشید حضرت اقدس) افسر مال جالندھر کے نام اور تیسری مولوی غلام حسن صاحب پشاوری کی جانب جن کو دیکھتے ہی مجھے یقین ہوگیا اور جھٹ پٹ واپس دفتر جا کر میں نے اپنے افسر (ڈی ٹی - ایس) کے نام درخواست لکھ کر اپنا احمدیہ بلڈنگ جانا ظاہر کیا۔ جو بہت جلد منظور کر لی گئی۔ اور میں جھٹ جھٹ احمدیہ بلڈنگ جا پہنچا۔

اللہ اللہ! اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی باتیں کیسی سچی اور پکی ہوتی ہیں اور میں نے احمدیہ بلڈنگ میں جا کر جو نقشہ اور نظارہ دیکھا وہ بعینہٖ وہی تھا جس کا نقشہ آنحضور نے اپنی وصیت میں بوضاحت کھینچا ہوا تھا۔ گروہ جاہلاں اپنی جہالت کے نمونہ اور انواع و اقسام کے سوانگ بھر بھر کر دکھا رہا تھا۔ احمدیہ بلڈنگ کے سامنے ریلوے روڈ ایک نمونۂ قیامت کا سا منظر بنی ہوئی تھی۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ مخالفین احمدیت آج شاید ہم احمدیوں کو کھا جائیں گے۔ ان کو شرم و حیا مطلقاً جواب دے چکی تھی۔ اور وہ بیحیائی و شہدا پن کا پورا پورا نمونہ نظر آتے تھے۔ پولیس کی گارد پہرہ پہنچنے پر بھی وہ بدذات ٹولہ اپنی شرارتیں برابر کیئے جاتا تھا۔

اتنے میں حضور کا جنازہ تیار ہوگیا اور اس افواہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے (خاک بدہن اعدا) "مرزا صاحب کی صورت میں تغیر ہوگیا ہے" ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے صحن میں جنازہ رکھ کر اور آپ کا چاند سا مکھڑا اور پیارا پیارا روئے مبارک دکھانے کے لئے عام و خاص پبلک کو ایک دروازے سے داخل کرکے دوسرے دروازے سے واپس لایا گیا۔ جو آپ کی روشن دمکدار اور من موہنی صورت پاک پر خواہ وہ دوست تھے یا دشمن قربان ہو ہو کر ڈھاریں مارتے ہوئے کہتے

آہ! آج اسلام کا ایک تھم گر گیا

سب مرد و زن جب یہ نظارہ دیکھ چکے تو آپ کا جنازہ قادیان دارالامان لے جانے کے لئے ریلوے سٹیشن پر پہنچایا گیا اور راتوں رات عاشقان مسیح ...... آپ کو وہاں سے لے گئے۔ خدا کا پیارا مسیح اپنے مالک حقیقی سے خدا کے وعدہ کے موافق جا ملا۔ جس کی خبر بجلی کی طرح دنیا جہان کے چاروں کونوں میں آناً فاناً جا پہنچی۔

بوستان احمدیت پر جیسا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ دو سال قبل رسالہ الوصیت میں خبر دی تھی کہ چاروں طرف اداسی چھا جائیگی۔ اور دنیا سمجھ لے گی کہ اب احمدیت کا خاتمہ ہے اور اسکا نام لیوا کوئی نہ رہے گا" (مفہوم) "بعد اس کے **خدا کی دوسری قدرت کا ظہور ہوگا۔ اور وہ نہیں آئے گی جب تک میں نہیں جاؤں گا"**

چنانچہ اس خدائے قادر مطلق کے سب قول اور نوشتے حرف بہ حرف پورے ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھے آپکا جنازہ جب قادیان پہنچا وہاں ہر طرف اداسی ہی اداسی تھی اور ہم تمام احمدیوں کے دل غم و اندوہ سے لبریز آنکھیں پرنم سینے خوف سے دھڑک رہے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ چاروں طرف آہ و زاری کا میدان نظر آتا تھا۔ جناب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی جالندھر سے پہنچ گئے تھے جن کا باپ خدا کا فرستادہ جس کی دھاک سارے عالم پر تھی اور جس کے دست تسخیر نے اپنی جادو بھری تقریر و تحریر سے سارا عالم مسخر کر لیا تھا اور اپنے دعوے مسیحیت و مہدویت و نبوت میں کامیاب و بامراد ہوکر اور اپنے کام کو نہایت کامیابی سے سرانجام دیکر اور فنا فی اللہ و فنا فی الرسول ہوکر کامیابی کا سہرا باندھے واصل باللہ ہو رہا تھا۔ نہایت غمزدہ برہنہ سر ننگے پاؤں آپکے سرہانے بدحواسی کے عالم میں چشم پرنم دکھائی دیتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر فرد بشر نے اپنے ماں باپ سے عزیز ترین وجود با وجود کھو کر آنکھوں سے موسلا دھار بارش جاری۔

جوں ہی کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم نے اپنے قائم کردہ سلسلہ کے عاشقان زار بحال زار دیکھے۔ اپنے محبت بھرے دل میں پر جوش رحم بھر کر

قدرت ثانیہ کا مظہر اول

بن کر خود اتر آیا۔ اور ابھی جنازہ سب کی نظروں میں تھا کہ باتفاق رائے حضرت مولانا حکیم الامت حاجی حافظ عاشق قرآن مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول منتخب ہوئے۔ اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا۔

اور اس قدرت ثانیہ کے مظہر اول کو پاکر تمام مومنوں کے خوفزدہ و شکستہ دلوں کی ڈھارس بندھ گئی۔ اور بعدہٗ آپ کا جنازہ پڑھ کر آپ کا جسد مبارک سپرد خدا کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے شمع احمدیت کے پروانے محض اپنے محبوب صادق کا اپنی ترسیدہ نگاہوں میں تصور ہی تصور لئے مقبرہ بہشتی سے بجانب دارالامان روانہ ہوئے۔

آہ وہ مبارک زمانہ تا دم مرگ آنکھوں کے سامنے بسا رہے گا اور آپ کی یاد دلوں سے۔ آپکے پیارے پیارے چہرہ مبارک کا تصور کبھی بھی نظروں سے اوجھل نہ ہوگا۔ خدا کرے کہ بعد مرگ میدان محشر میں اس محبوب صادق کے سایہ تلے ہمارا بسیرا ہو۔ (آمین ثم آمین) ؎

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پہ تم کہیں اور ہم کہیں!

عشاق احمدؐ

حضرت منشی محمد اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ

(از سید عزیز الرحمان صاحب بریلوی مہاجر قادیان)

جلسہ سالانہ ایک امتحان ہوتا ہے

حضرت منشی محمد اروڑ خاں فرمایا کرتے تھے کہ جلسے کے وقت میں احمدیوں کا ایک امتحان ہوتا ہے۔ کسی کی بیوی بیمار ہو جاتی ہے اور کسی کا بچہ بیمار ہو جاتا ہے یہ لوگ جلسے میں آنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ یہ امتحان ہوتے ہیں۔ مگر ہم کبھی ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور کبھی نہیں رکتے۔

منشی محمد اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ کی توند بھاری تھی۔ جب ایک کرتا پیٹ پر سے پھٹتا تب دوسرا بناتے تھے

یہ کوئی کنجوسی نہ تھی بلکہ حضرت اقدس سے ایک والہانہ عشق تھا۔ جس طرح سے جو کچھ بھی ہو سکتا بچاتے اور حضرت اقدس کے قدموں میں لا ڈالتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۲۱۔ جنوری ۱۹۳۵ء)

ایسا ہی اس زمانہ میں بھی دنیا کی اعتقادی اور عملی حالت بگڑ گئی ہے۔ اور اندرونی و بیرونی حالت انتہا تک خطرناک ہو گئی ہے۔ اندرونی حالت ایسی خراب ہو گئی ہے کہ قرآن تو پڑھتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کیا پڑھتے ہیں۔ اعتقاد بھی کتاب اللہ کے برخلاف ہو گئے ہیں اور اعمال بھی۔

مولوی بھی قرآن کو پڑھتے ہیں۔ اور عوام بھی مگر تدبر نہ کرنے میں دونوں برابر ہیں۔ اگر غور کرتے تو بات کیسی صاف تھی۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مثیل موسیٰ پیدا کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سلسلہ پیدا کرتا ہے پھر جب اس سلسلہ پر ایک دراز عرصہ گذرنے کے بعد ایک قسم کا پردہ سا پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اور سلسلہ اسی رنگ میں قائم کرتا ہے۔ قرآن شریف سے دو سلسلوں کا پتہ لگتا ہے اول بنی اسرائیل کا سلسلہ جو موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا۔ چونکہ یہود کی بداعمالیاں حد تک پہنچ گئی تھیں اور ان میں یہاں تک شقاوت اور سنگدلی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ انبیاء کے قتل کے مستعد ہوئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے غضب کی راہ سے اس سلسلہ کو جس میں ملوک اور انبیاء تھے حضرت عیسیٰ پر ختم کر دیا۔

میں ہمیشہ سے اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بے باپ پیدا ہوئے تھے۔ اور ان کا بے باپ پیدا ہونا ایک نشان تھا۔

اس بات پر کہ اب بنی اسرائیل کے خاندان میں نبوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ وعدہ تھا کہ بشرط تقویٰ نبوت بنی اسرائیل کے گھرانے سے ہوگی۔ لیکن جب تقویٰ نہ رہا تو یہ نشان دیا گیا۔ تاکہ دانشمند سمجھ لیں کہ اب آئندہ اس سلسلہ کا انقطاع ہوگا غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ پہلی کتابوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ بنی اسمٰعیل میں بھی ایک سلسلہ اسی سلسلہ کا ہمرنگ پیدا ہوگا۔ اور اس کے امام و پیشوا اور سردار **محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم** ہوں گے توریت میں بھی یہ خبر دی گئی تھی۔ قرآن شریف نے بھی فرمایا **کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا**۔ جیسے توریت میں مانند کا لفظ تھا۔ قرآن شریف میں کما کا لفظ موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاتفاق مثیل موسیٰ ہیں۔ سورۃ نور میں وہ ذکر فرمایا گیا ہے کہ سلسلہ محمدیہ موسویہ سلسلہ کا مثیل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی انبیاء کا ذکر قرآن شریف نے نہیں کیا لم نقصص کہدیا۔ یہاں بھی سلسلہ محمدیہ میں درمیانی خلفاء کا نام نہیں لیا۔ جیسے وہاں ابتداء اور انتہا بتائی یہاں بھی یہ بتا دیا کہ ابتداء مثیل عیسیٰ سے ہوئی اور انتہا مثیل عیسیٰ پر۔ گویا خاتم الخلفاء وہی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہتے ہیں۔

موعود اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا وعدہ کیا گیا ہے **وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملو الصلحت** (الآیۃ) خلفاء کے تقرر کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اسی وعدے میں خاتم الخلفاء بھی شامل ہے اور نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ وہ موعود ہے۔ جو خط ایک نقطہ سے شروع ہوگا۔ وہ ختم بھی نقطہ پر ہی ہوگا۔ پس جیسے وہاں خاتم المسیح ہے یہاں بھی خاتم الخلفاء ہے۔ اس لئے یہ اعتقاد اسی قسم کا ہے اگر کوئی انکار کرے کہ اس امت میں مسیح موعود نہ ہوگا۔ وہ قرآن سے انکار کرتا ہے۔ اس کا ایمان جاتا رہے گا۔

اور یہ بالکل واضح بات ہے۔ اس میں تکلف اور تصنع اور بناوٹ کا نام نہیں ہے۔ پھر جو شک و شبہ کرے وہ قرآن شریف کو چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کئی سورتوں میں بیان کر دیا ہے۔ اول تو یہی سورہ نور دوسری سورہ فاتحہ جس کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں۔ اس سورہ میں تین گزشتہ فرقے پیش کئے ہیں۔ ایک وہ جو انعمت علیہم کے مصداق ہیں۔ دوسرے مغضوب تیسرے ضالین۔ مغضوب سے یہ مغضوب عام مراد نہیں کہ قیامت ہی غضب ہوگا کیونکہ جو کتاب اللہ کو چھوڑتا اور احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا ہے اس پر غضب ہوگا مغضوب سے مراد بالاتفاق یہود ہیں اور الضالین سے نصاریٰ اب اس دعا سے دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ منعم علیہ فرقے میں داخل ہونے اور باقی دو سے بچنے کے لئے دعا ہے اور یہ سنت اللہ ٹھیری ہوئی ہے۔ جب سے نبوت کی بنیاد ڈالی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کر رکھا ہے کہ جب وہ کسی قوم کو کام کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تو بعض اس کی تعمیل کرنے والے اور بعض خلاف ورزی کرنے والے ضرور ہوتے ہیں پس بعض منعم علیہ۔ بعض مغضوب اور بعض ضالین ضرور ہونگے۔

اب زمانہ باواز بلند کہتا ہے کہ اس سورہ شریف کے موافق ترتیب آخر سے شروع ہو گئی ہے۔ آخری فرقہ نصاریٰ کا رکھا ہے۔ اب دیکھو کہ اس میں کس قدر لوگ داخل ہو گئے ہیں۔ ایک بشپ نے اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے کہ ۲۰۰۰۰۰ لاکھ مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔ اور یہ قوم جس زور کے ساتھ نکلی ہے۔ اور جو جو طریق اس نے لوگوں کے گمراہ کرنے کے اختیار کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عظیم الشان فتنہ نہیں ہے۔

اب دیکھو تین باتوں میں سے ایک تو ظاہر ہو گئی پھر دوسری قوم مغضوب ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وقت بھی آ گیا۔ اور وہ بھی پورا ہو رہا ہے۔ یہودیوں پر غضب الٰہی اس دنیا میں بھی بھڑکا۔ اور طاعون نے ان کو تباہ کیا۔ اب لوگوں کی بدکاریوں اور فسق و فجور کی وجہ سے طاعون بکثرت پھیل رہی ہے۔ کتمان حق سے جو لوگ، عالم کہلاتے ہیں نہیں ڈرتے اب ان دونوں کے پورا ہونے سے تیسرے کا پتہ صاف ملتا ہے۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ جب چار میں سے تین معلوم ہوں تو چوتھی شے معلوم کر لیتا ہے اور پھر اس کو امید ہو جاتی ہے۔ نصاریٰ میں لاکھوں داخل ہو گئے۔ مغضوب میں داخل ہوتے جاتے ہیں منعم علیہ کا نمونہ بھی اب خدا تعالیٰ دکھانا چاہتا ہے جبکہ سورۃ فاتحہ میں دعا تھی اور سورۃ نور میں وعدہ کیا گیا ہے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ نور والی دعا قبول ہو گئی ہے۔ غرض اب تیسرا حصہ منعم علیہ کا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو روشن طور پر ظاہر کر دے گا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے جو ہو کر رہے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ انسان کو ثواب میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ استحقاق جنت کا ثابت کر لیں۔ جیسا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ وہ صحابہ کے بدوں ہی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی فتوحات عطا فرماتا مگر نہیں خدا نے صحابہ کو شامل کر لیا تاکہ مقبول ٹھیریں۔ اسی سنت کے موافق یہ بات ہماری جماعت کو پیش آ گئی ہے کہ بار بار تکلیف دی جاتی ہے اور چندے مانگے جاتے ہیں۔

اس وقت ہمارے دو بڑے ضروری کام ہیں۔ ایک یہ کہ عرب میں اشاعت ہو۔ اور دوسرے یورپ پر اتمام حجت کریں۔

عرب پر اس لئے کہ اندرونی طور پر وہ حق رکھتے ہیں ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہوگا کہ ان کو معلوم نہ ہوگا۔ کہ خدا نے کوئی سلسلہ قائم کیا ہے۔ اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کو پہنچائیں۔ اگر نہ پہنچائیں تو معصیت ہوگی۔

ایسا ہی یورپ والے حق رکھتے ہیں کہ ان کی غلطیاں ظاہر کی جاویں کہ وہ ایک بندہ کو خدا بنا کر خدا سے دور جا پڑے ہیں۔ یورپ کا تو یہ حال ہو گیا ہے۔ کہ واقعی اخلد الی الارض کا مصداق ہو گیا ہے۔ طرح طرح کی ایجادیں صنعتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے

تعجب مت کرو کہ یورپ ارضی علوم و فنون میں ترقی کر رہا ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب آسمانی علوم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو پھر زمین ہی کی باتیں سوجھا کرتی ہیں۔ یہ کبھی ثابت نہیں ہوا کہ نبی بھی کلیں بنایا کرتے تھے۔ یا اُن کی ساری کوششیں اور ہمتیں ارضی ایجاد کی انتہا ہوتی تھیں آج جو اخرجت الارض اثقالها کا زمانہ ہے۔ یہ مسیح ہی کے وقت کے لئے مخصوص تھا۔ چنانچہ اب دیکھو کہ کسقدر ایجادیں اور نئی کانیں نکل رہی ہیں۔ ان کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی ہے۔ میرے نزدیک طاعون بھی اسی میں داخل ہے۔ اس کی جڑ زمین میں ہے۔ پہلا اثر چوہوں پر ہوتا ہے۔

غرض اس وقت جبکہ زمینی علوم کمال تک پہنچ رہے ہیں توہین اسلام کی حد ہو چکی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس پچاس ساٹھ سال میں جس قدر کتابیں۔ اخبار۔ رسالے توہین اسلام میں شائع ہوئے ہیں کبھی ہوئے تھے۔ پس جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے تو کوئی مومن نہیں بنتا۔ جب تک اس کے دل میں غیرت نہ ہو۔ بے غیرت آدمی دیوث ہوتا ہے۔ اگر اسلام کی عزت کے لئے دل میں محبت نہیں ہے تو عبادت بھی بے سود ہے۔ کیونکہ عبادت محبت ہی کا نام ہے۔

وہ تمام لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جس پر کوئی سلطان نازل نہیں ہوا وہ سب مشرک ہیں۔ سلطان تسلط سے لیا گیا ہے جو دل پر تسلط کرے۔ اسلئے یہاں دلیل کا لفظ نہیں لکھا ہے۔

عبادت کیا ہے جب انتہا درجہ کی محبت کرتا ہے۔ جب انتہا درجہ کی امید ہو۔ انتہا درجہ کا خوف ہو۔ یہ سب عبادت میں داخل ہے۔ غیر اللہ کی عبادت کا انتہائی مفہوم نہیں ہے کہ سجدہ نہ کیا جاوے۔ نہیں بلکہ اس کے مختلف مدارج ہیں۔ اگر کوئی مال سے انتہا درجہ کی محبت کرتا ہے۔ تو وہ اس کا بندہ ہوتا ہے۔ خدا کا بندہ وہ ہے جو خدا کے سوا اور چیزوں کی حد اعتدال تک رعایت کرتا ہے۔ اسلام میں محبت و امید منع نہیں ہے۔ مگر ایک حد تک۔

اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ جو خدا سے محبت کرتے ہیں۔ اسی سے ڈرتے اور اسی سے امید رکھتے ہیں۔ وہ ایک سلطان رکھتے ہیں۔ لیکن جو نفس کے تابع ہوتے ہیں ان کے پاس کوئی سلطان نہیں ہے۔ جو محکم طور پر دل کو پکڑے۔ غرض انسان کا کوئی فعل اور قول ہو جب تک وہ خدا کی سلطان کا پیرو نہ ہو شرک کرتا ہے۔

پس ہم جو اپنی اس کارروائی کی دو طور پر اشاعت چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی شاہد نہیں ہو سکتا۔ کہ کسقدر سچے جوش اور خالصۃ للہ اس کو پیش کرتے ہیں۔ ہمیں اتفاق نہیں ہوا۔ کہ انگریزی میں لکھ پڑھ سکتے اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی بھی اپنے دوستوں کو تکلیف نہ دیتے مگر اس میں مصلحت یہ تھی کہ تا دوسروں کو ثواب کے لئے بلائیں ورنہ میری طبیعت تو ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو کام میں خود کر سکتا ہوں اس کے لئے دوسرے کو کبھی کہتا ہی نہیں۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چار برس اور زندگی پاتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو جاتے۔

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ فتح عظیم جس کا آپکے ساتھ وعدہ تھا حاصل کر چکے تھے۔ رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا دیکھ چکے تھے۔ الیوم اکملت لکم ہو چکا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ان کو محروم رکھے۔ بلکہ یہی چاہا کہ انکو بھی ثواب میں داخل کرے۔

اسی طرح پر اگر اللہ تعالے چاہتا تو ہم کو اسقدر خزانے دے دیتا کہ ہم کو پرواہ ہی نہ رہتی۔ مگر خدا ثواب میں داخل کرتا ہے۔ جس کو وہ چاہتا ہے۔ یہ سب جو بیٹھے ہیں یہ قبریں ہی سمجھو۔ کیونکہ آخر مرنا ہے۔ پس ثواب حاصل کرنے کا وقت ہے۔ میں ان باتوں کو جو خدا نے میرے دل پر ڈالی ہیں سادہ اور صاف الفاظ میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ثواب کے لئے مستعد ہو جاؤ اور یہ بھی مت سمجھو کہ اگر اس راہ میں خرچ کرینگے تو کچھ کم ہو جائے گا۔ خداوند تعالیٰ کی بارش کی طرح سب کمیاں پوری ہو جائینگی۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ یاد رکھو خدا کی توفیق کے بغیر دین کی خدمت نہیں ہو سکتی جو شخص دین کی خدمت کیواسطے شرح صدر سے اٹھتا ہے خدا اس کو ضائع نہیں کرتا۔

غرض خلاصہ یہ ہے کہ ایک پہلو تو میں کہہ رہا ہوں دوسرے پہلو کو ہماری انگریزی خواں جماعت نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے انھوں نے یہ تجویز کی ہے کہ تجارت کے طریق پر کام جاری ہو جاوے۔ دین کی اشاعت ہو جائے گی۔ اور ان کا کوئی خرچ نہ ہوگا۔ امید ہے کہ خدا اس کا اجر دے گا۔

میں صرف اپنے جماعت کے ارادوں کا ترجمہ کرتا ہوں میرا منشاء تو اسی حد تک ہے کہ کسی طرح عرب اور دوسرے ملکوں میں تبلیغ ہو جاوے۔ یہ انھوں نے اپنی دانست میں اسہل طریق مقرر کیا ہے۔ جس کو تجارتی طریق سمجھ لیا جاوے تجارت کے امور ظن غالب ہی پر چلتے ہیں۔ بہرحال ان کا ارادہ ہے۔ میرے نزدیک جہاں تک یہ امر مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ تو میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔ اگر یہ تجویز عمل میں نہ بھی آوے۔ تب بھی یہ کام تو ہو جائے گا۔ بہرحال آپ غور کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کو بہتر معلوم ہے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۴ تاریخ تقریر شروع اپریل سنہ ۱۹۰۱ء)

ایک روز حضرت اقدس فرمانے لگے کہ:-

میں تو یہی سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جس سے ہم صلیب پرستی کے باطل کو مٹا سکیں۔ کیونکہ ہماری زندگی کی یہی غرض ہے اور یہی کام ہے جس کے لئے ہم کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے فرمایا بعض اوقات سوچتے سوچتے اس قدر فکر کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ برد اطراف اور دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ حربہ جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ صلیب کو بالکل توڑ ڈالیگا۔ جو یوز آسف کا ہے۔ کیونکہ خود عیسائیوں نے ان کو مانا ہے اور اس کا تعلق انھوں نے مسیح کے ساتھ قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ ایک حواری تھا۔ اور اٹلی میں اس کا گرجا بنا۔ جس پر ہزاروں روپے خرچ ہوئے اور ہر سال میلا ہوتا ہے۔ اب اتنا تو انھوں نے مان لیا ہے۔ اسلئے ثبوت ان کے ذمہ رہا کہ وہ ثابت کریں کہ مسیح کے کسی حواری کا نام شہزادہ نبی بھی ہے۔ آخر ثابت یہی ہوگا۔ اور یہی سچ ہے کہ وہ مسیح ہی کی قبر ہے۔

کسر صلیب کی حقیقت

بتاتے ہوئے فرمایا کہ:-

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صلیب توڑتا پھرے۔ اس کو روحانیت سے تعلق کیا۔ اور اس کا فائدہ؟ فرض کرو اگر صلیب توڑ دے تو کیا اور نہیں بن سکتیں علاوہ بریں صلیب توڑنے میں بعض مسلمان بادشاہ بھی شریک ہیں جیسے مثلاً صلاح الدین۔ تو مسیح موعود کی خصوصیت کیا ہوئی؟ بات اصل میں یہ ہے کہ کسر صلیب سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب کی اس حقیقت کو کھول کر دکھادے گا۔۔۔ اس کا زور ٹوٹ جائیگا۔

(تاریخ تقریر ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء)

ایک عزیز بھائی کی شادی کی تقریب پر عورتوں کے درمیان جہیز اور رواج وغیرہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی حضرت اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:-

عورتوں کو جو سامان والدین سے ملتا ہے اُس کو جہیز کہتے ہیں۔ ایسا ہی مردہ کے لئے جو سامان دفن کیا جاتا ہے اس کو تجہیز و تکفین کہتے ہیں

ان دونوں کی حالت میں ایک مناسبت ہے۔ لڑکی شادی کیوقت اپنے گھر سے گویا ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ عورت میں ایک قابل جوہر رکھا گیا ہے کہ اس کے اولاد پیدا ہو۔ اور اس جوہر کے سبب اسکو لامحالہ اپنے گھر سے وداع ہونا پڑتا ہے

ایسا ہی انسان میں دیدار الٰہی کے حصول کا جوہر قابل رکھا گیا ہے۔ مگر دیدار الٰہی اس دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ آیت لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ پس حصول الٰہی کے جوہر قابل کی وجہ سے بالضرور انسان کو اس عالم سے علیحدہ ہو کر دوسرے عالم میں جانا پڑتا ہے۔

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کو فرمایا:-

بعض انسانوں کو دیکھوگے کہ گانیاں اور شعر سنکر وجد و طرب میں آجاتے ہیں۔ مگر جب مثلاً ان کو کسی شہادت کے لئے بلایا جائے تو عذر کرینگے کہ ہم کو معاف رکھو ہمیں تو فریقین سے تعلق ہے ہمیں اس معاملہ میں داخل نہ کرو۔ پس سچائی کا اظہار نہ کرینگے۔ ایسے لوگوں کے وجد و سرور سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔

جب کسی ابتلا میں آجاتے ہیں تو اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ ان کا سرور وجد قابل تعریف نہیں یہ سرور .... اور طبعی امر ہے

بعض منکرین اسلام جن کو تمام پاکبازوں سے دلی عداوت ہے وہ بھی اس سرور سے حصہ لیتے ہیں۔

ایک متعصب ہندو مثنوی مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ پڑھ کر سرور حاصل کرتا تھا۔ حالانکہ وہ دشمن اسلام تھا۔

کیا تم سانپ کو پاکباز مانوں گے جو بانسری سنکر سرور میں آجاتا ہے یا اونٹ کو خدا رسیدہ قرار دوگے۔ جو خوش الحانی کے نشہ میں آجاتا ہے

سچائی اور کمال جس سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنی وفاداری دکھلائے ایسے انسان کا تھوڑا عمل بھی دوسرے کے بہت عمل سے بہتر ہے مثلاً ایک شخص کے دو نوکر ہیں ایک نوکر تو دن میں کئی دفعہ اپنے مالک کی خدمت میں آکر سلام کرتا ہے۔ اور ہر وقت اسکے گرد و پیش رہتا ہے۔ دوسرا اس کے پاس بہت کم آتا ہے۔ مگر مالک پہلے کو بہت قلیل تنخواہ دیتا ہے اور دوسرے کو بہت زیادہ اسلئے کہ وہ جانتا ہے کہ دوسرا ضرورت کیوقت جان دینے کیلئے تیار ہے۔ اور وفادار ہے۔ اور پہلا کسی کے بہکانے سے مجھے قتل کرنے پر بھی آمادہ ہو جائے گا۔ یا کم از کم مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کی ملازمت اختیار کر لے گا۔

(باقی)

میرے تاثرات ومشاہدات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ

مومنین کا بے نظیر اجتماع، دعاؤں اور عبادتوں کا شہر۔ محبت واخلاص کے بے پایاں سمندر
خدا تعالیٰ کی تائیدات اور نصرت کے عریاں شاہدات۔ وفاداری و عقیدت کا لامتناہی جذبہ
یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا دلربا منظر

(۳)

ریلوے سٹیشن پر ہمارا انتظام

مہمانوں کو آرام دینے کے لئے اور ان کی ہر قسم کی سہولت کیلئے اور ان کے لئے سواریاں اور قلی مہیا کرنے کے لئے۔ اور اسلئے کہ ان کو ریلوے ملازمین میں سے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ نیز ان کو اپنی فرودگاہ پر جانے کے لئے صحیح معلومات حاصل ہوسکیں۔ ہماری طرف سے ایک محکمہ ریلوے اسٹیشن پر کام کرتا ہے جس کے انچارج کئی سالوں سے اخویم مکرم سردار مصباح الدین صاحب ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر۔ اور قاضی عبدالمجید صاحب شاطر اور بعض دیگر دوست کام کرتے ہیں۔

میں نے سردار صاحب اور دیگر دوستوں کو کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ جس محبت اور جس اخلاص سے کام کرتے ہیں وہ دل پر ایک گہرا اثر ڈالنے والا ہے۔ رات کے دو دو بجے تک مہمانوں کے آرام کے لئے سخت سے سخت سردی میں یہ بندگان خدا ریلوے اسٹیشن پر موجود رہتے ان کے چہرے ہر وقت مسکراتے اور بشاش ہوتے۔ ان کو کبھی کسی لمحے پر گھبراہٹ کے ساتھ کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ہر ایک مہمان کے ساتھ ان کا سلوک اس رنگ کا تھا گویا کہ وہ ان کے خادم ہیں۔

اگر کسی مہمان کا ٹکٹ گم ہو گیا تو ہمارے منتظم صاحب نے اس شخص سے پوری ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور اُس کو کسی ابتلاء میں پڑنے نہیں دیا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس کا ٹکٹ گم ہو گیا تھا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اور اسکے بیان کے مطابق اس کا بٹوا بھی گم ہو گیا تھا۔ وہ بہت پریشان تھا مگر سردار صاحب نے نہ صرف اس کی دلداری کی بلکہ اس کے ٹکٹ کی قیمت بھی ادا کر دی۔

ان میں یہ قابلیت ہے کہ وہ دوسرے شخص کو اپنے اخلاق سے اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ ریلوے سٹاف کے ساتھ ان کا معاملہ اس قسم کا تھا کہ مجھے ایسا معلوم ہونے لگتا تھا جیسے کہ ریلوے سٹاف ان کے ماتحت ہے۔ وہ ان کی مرضی اور ان کے منشاء کے ماتحت سب کچھ کرتے تھے

ہمارے اس محکمہ نے صبح و شام وہاں آگ کا ایک بڑا الاؤ جلا رکھا تھا۔ جس پر اترنے والے مسافروں کے علاوہ ہر ایک سردی کا مارا ہوا انسان کھڑا ہو کر راحت حاصل کرتا تھا۔ تانگوں اور ٹمٹموں پر پورا کنٹرول تھا۔

اندرون و بیرون شہر اترنے والے مہمانوں کی مکمل لسٹیں۔ ان کے پاس تھیں۔ جس سے وہ ہر شخص کی راہنمائی کرتے تھے۔ جو نوجوان یہاں کام کرتے تھے۔ ان میں سے بعض گریجویٹ تھے۔ اور بعض مولوی فاضل تھے۔ انہوں نے پوری تندہی سے کام کیا۔ اور پورے ذوق و شوق سے اس کام میں حصہ لیا۔ شاطر صاحب تو اپنے فرائض منصبی کے ساتھ اپنے کندھے پر اپنا قیمتی کیمرہ بھی ڈالے ہوئے تھے۔ تاکہ جلسے کے قیمتی مناظر لے سکیں۔

الغرض یہ لوگ جنہوں نے دن رات ہزارہا مہمانوں کو ویلکم کہا اور ان کی خدمت میں شب و روز ایک کر دیا۔ وہ کسقدر مبارک ہیں اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور فضل ان کے شامل حال ہوں۔

منارۃ المسیح

رات کی گاڑی سے آنیوالے مہمانوں کی توجہ سب سے پہلے منارۃ المسیح کی طرف بٹ جاتی ہے۔ جبکہ وہ اپنے نور کی ضیا پاشی میلوں تک کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اندھیری رات میں وڈالہ گرنتھیاں سے جب گاڑی چھوٹتی ہے تو قادیان کے منیار کی روشنی کا نظارہ ویسے ہی دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ جیسے سمندر میں چلتے ہوئے جہاز پر سے لوگ خشکی کے سرچ لائٹ کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ منیار کو دیکھ کر قلب مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ دل پر ایک عرفان کا ایک خاص دروازہ کھل جاتا ہے۔ انسانی قلب پورے زور سے اسکی تائید کرتا ہے کہ اندھیری رات میں جبکہ راستے تو موجود ہوتے ہیں مگر انسانی آنکھ سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور انسان اندھیرے میں پڑے ہوئے سانپ کو لکڑی اور لکڑی کو سانپ تصور کرنے لگتا ہے۔ قدم قدم پر ٹھوکریں اور جگہ جگہ پر دھکے کھاتا ہے۔ اور اسوقت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کسی روشنی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ پس جس طرح یہ منیار ایسے گم گشتگان طریق کو اپنے نور سے راہنمائی کرتا ہے۔ اسیطرح ضرورت ہے کہ ان اندھیری اور وحشت ناک گھڑیوں میں جبکہ روحانی سورج اپنا منہ چھپا لیتا ہے۔ انسان کسی روشنی کی تلاش کرے یہ منار ہمکو اس امر کا درس دیتا ہے کہ جب تم اس روشنی کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکتے ہو تو آسمانی روشنی کے بغیر کیسے چل سکتے ہو۔ پس آؤ اس روشنی کی طرف آؤ جو اس مقام سے نکلتی ہے۔ جہاں یہ منیار ہے۔

منیار تصویری زبان میں اس واقعہ کو یاد دلا رہا ہے۔ جو احادیث میں مسیح کے نزول کے متعلق مرکوز تھا۔ قادیان کی سرزمین میں جہاں یہ منار ہے ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس کے متعلق لوگ خیال کرتے تھے کہ یہاں چمگادڑیں پرورش پائینگی۔ مگر خدا نے اس زمین کو ایسا نوازا کہ وہ بڑھتی چلی گئی اور آج باوجود اپنی وسعت کے کم ہو رہی ہے۔

خدا کے مسیح نے جب اس مسجد کے پاس نزول کیا اسوقت یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہاں کوئی منیار بنے گا۔ خدا کے مسیح کی مخالفت اسقدر ہوئی کہ اس کے تصور سے انسان کانپنے لگ جاتا ہے۔ اسوقت خداتعالیٰ کے مسیح نے اس منیار کی بنیاد رکھی۔ مخالفین نے اس کی بنیاد کیوقت وہ زہر اگلا اور وہ کوشش کی کہ کسی طرح اسکی تاسیس رک جائے۔ مگر خدا کا قانون اٹل ہے اس کی باتیں ہو کر رہتی ہیں۔ دنیا کی مخالفت اسے روک نہ سکی۔ اسکی بنیادیں بھر گئیں۔ اور وہ زمین سے بلند ہوا۔ مگر پھر قدرت نے اسے قدرت ثانیہ کے زمانہ کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ چنانچہ ایک لمبے عرصے تک رُکے رہنے کے بعد وہ بلند ہوا اور سر بفلک ہو گیا اسکی ایک ایک اینٹ اس کا ایک ایک سرخ پتھر جو سیڑھیوں میں لگا اسکی گھڑیاں اور ان کی سوئیوں کی حرکت اسکے بڑے بڑے گیس لمپ اور ان کی روشنی یہ سب حضرت مسیح موعود کی آمد اور انکی سچائی کا ایک زبردست نشان ہیں۔ مخالف اس سربلند عمارت کو دیکھتا ہے اور جلتا ہے۔ اس کا سینہ کباب ہوتا ہے۔ وہ اسے احمدیت کا سربلند نشان جان کر کڑھتا ہے۔ احمدیت کے فدائی جب اسے دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے ایک فرستادہ اور مرسل کے منہ کی بات تھی جو پوری ہو کر رہی۔ اور آج اسکی سچائی پر گواہ ہے۔

الغرض جیسے جیسے اس کے قریب آتے جاؤ منیار کی چمک بڑھتی اور جاذب نظر ہوتی جاتی ہے۔ یہی خوبی اس اصل روشن منار کی ہے جو اس اندھیری رات میں جبکہ تمام دنیا ظلمت کا ایک ٹکڑہ بن رہی تھی کھڑا ہے۔ ہم جوں جوں اس منار کے قریب آتے ہیں اس کی چمک اور تیز ہوتی جاتی ہے دشمنوں کو یہ اور وہ دونوں ہی بڑے کھٹکتے ہیں۔ مگر مومنین دونوں کو دیکھ کر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور حاصل کرتے ہیں۔

یہی اس زمانے کا منیار ہے جو گم گشتگان طریق کو ساری دنیا سے کھینچ کھینچ کر لا رہا ہے۔ جس کی روشنی دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پہنچ رہی ہے۔ یہی وہ نور ہے جس کا ذکر روس کے جیل خانوں میں سنا گیا۔ دریائے نیل کی پر لطف لہروں میں اس کی داستانیں بیان ہوئیں دجلہ اور فرات کے کنارے اس کے ذکر سے بہرہ یاب ہوئے۔ جیحون و سیحون کی ندیاں۔ زیتون کا پہاڑ۔ مکہ کے حرم۔ افریقہ کا صحرا۔ ٹیمس کا کنارہ۔ چین کا ساحل۔ امریکہ کے سربفلک قصر افغانستان کی خوں آشام چوٹیاں

القصہ

دنیا کی کوئی جگہ باقی نہیں جہاں اس روشنی کا ذکر نہیں ہوا جس نے دنیا کو اپنی طرف متوجہ نہیں کیا اور دنیا کو اپنا والہ و شیدا نہیں بنایا۔

پس قادیان میں آج اس نور کے پروانے جمع ہیں تاکہ اس جمال احمدی سے بہرہ مند ہوں اور اس نور سے اپنے دل و سینہ کو معمور کریں

میں اس نظارہ میں مشغول محو ہوا کہ میری نگاہ سے یہ نظارہ ہٹایا گیا میرے سامنے صرف وہ آسمانی روشنی رہ گئی جس کی چمک لوگوں کو کھینچ کھینچ کر قادیان میں لا رہی ہے

میں اس حالت اور اس قسم کے تصورات میں دیر تک محو رہا اور بے اختیار میرے منہ سے یہ شعر نکلتا تھا ؎

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

(باقی آئندہ)

تادیب النساء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیات

حرم محترم حضرت چودھری نصر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ

چودھرانی صاحبہ کے وہ حالات کہ آپ کس طرح احمدی ہوئیں چھپ کر احباب تک پہنچ چکے ہیں۔ آج میں آپ کی زندگی کا ایک اور حصہ پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ابتدا ہی سے خدا تعالیٰ نے شرک کی گندی زندگی سے بچایا۔ آپ کے یہ حالات مومنات قانتات ساجدات کیلئے ایک نمونہ ہیں۔ یہ حالات بھی چودھری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لا کے ذریعہ ملے ہیں۔ جن کے لئے میں ان کا از حد شکر گذار ہوں

(ایڈیٹر)

میں نو سال کی عمر میں بیاہی گئی تھی۔ اسوقت میری عمر تخمیناً ۷۲ برس کی ہے۔ یعنی تخمیناً تریسٹھ سال کا عرصہ ہوا ہے جبکہ میری شادی ہوئی تھی۔ میں چھوٹی بچی تھی مجھے کوئی تعلیم دینی یا دنیوی نہ دی گئی تھی۔ اور تا حال ظاہری علوم مروجہ سے بے بہرہ اور کوری ہوں نہ لکھ سکتی ہوں نہ پڑھ سکتی ہوں۔ باینہمہ مجھے اپنے خالق مالک حقیقی پر کامل ایمان نصیب رہا ہے اور نادانی کی عمر سے میرا پختہ عقیدہ یہی چلا آیا ہے کہ سبھی قدرتیں حضرت رب العلمین کو حاصل ہیں۔ اور کوئی دوسری طاقت یا ہستی کو یہ قدرت و اختیار حاصل نہیں کہ وہ کسی کو نفع یا نقصان بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے پہنچا سکے۔

انیس بیس سال کی میری عمر ہوگی جب میں نے یہ خواب دیکھا کہ "میرے تایا صاحب بزرگوار (والد کا بڑا بھائی) نے کئی عورتوں کو روپے دیئے ہیں۔ میں بھی تقاضا کرتی ہوں کہ مجھے روپے دو۔ انھوں نے مجھے دو اٹھنیاں اور تین روپے مجھے دیئے ہیں۔ میں نے لے کر اپنی مٹھی میں رکھ لیئے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ تمہارے پاس نہیں رہیں گے۔ میں نے اپنی مٹھی کھول کر دیکھا تو وہ شیشے بنگئے تھے میں نے جہاں وہ شیشے رکھے تھے۔ وہاں وہ کسی چیز کے نیچے دب کر ریزہ ریزہ ہو گئے۔ میں نے جھاڑو دیکر انھیں جمع کیا اور باہر پھینک دیئے۔"

اس خواب کے سات ماہ بعد میرے ہاں ایک مردہ لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر چار سال بعد ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس لڑکے کی پیدائش کے سات روز بعد میں نے ایک ہندو عورت کی شکل میں شیطان دیکھا کہ وہ ہمارے میکہ گھر آئی ہے اور دریافت کیا ہے کہ "ساہی راجہ کہاں ہے" (یہ عورت میرے میکہ ہی کی تھی۔ اور دن کیوقت وہ ہمارے گھر آئی تھی یہ خواب نہیں بلکہ واقعیت ہے۔ میں نے ہمیشہ اُسے شیطان سے تعبیر کیا۔ اس کا نام جے دیوی تھا۔ ساہی راجہ سے مراد وہ ننھا نومولود بچہ تھا جس کا نام ظفر اللہ خان رکھا گیا تھا۔ ساہی میرے مرحوم خاوند اور میری اولاد کی گوت یا ذات ہے یعنی جٹ ساہی) میں نے جواب دیا "بوا جی یہ ہے" اور اپنی گود میں بچہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جب چلی گئی تو اُس کے معاً بعد اس بچہ نے خون کی قے کی اور اُسے خون کے دست آئے میں نہیں سمجھتی کہ اس عورت کا کوئی قصور تھا۔ یہ تو سب خدا تعالیٰ کی حکمت تھی۔ اللہ تعالیٰ کو میرا امتحان منظور تھا اس بچہ کا علاج وغیرہ شروع کیا۔ ایک آدمی تعویذ دے گیا کہ اس بچے کے گلے میں ڈال دیا جاوے۔ جس عورت نے یہ تعویذ اس بچے کے گلے میں ڈالنا چاہا میں نے اس کے ہاتھ سے یہ کہہ کر کہ "میں خود ڈال لونگی" وہ تعویذ چھین لیا اور نزدیک ہی چولھے میں آگ جل رہی تھی اُس میں پھینکدیا۔ اور کہا کہ میرا بھروسہ میرے خالق و مالک پر ہے۔ میں ان تعویذوں کو کوئی وقعت نہ دونگی۔ وہ بچہ جب دو ماہ کا ہوا تو اپنے میکہ موضع داتہ زیدکا سے اُس بچہ کو ساتھ لے کر اپنی سسرال موضع ڈسکہ خاص میں آگئی۔ چھ ماہ پورے ڈسکہ میں رہی۔ وہ آٹھ ماہ کا ہو گیا تھا کہ میں پھر اس بچہ کو ساتھ لے کر واپس اپنے میکے آگئی۔ ابھی مجھے داتہ زیدکا آئے چھ روز ہی ہوئے تھے وہ ہی کھترانی عورت ہمارے گھر آئی اور بچہ کے سر پر پیار دیا۔ پھر اس بچہ کو خون کی قے ہوئی۔ اور خون کا دست آیا۔ یہ صبح دس بجے کا وقت تھا۔ جیٹھ کا مہینہ تھا۔ رات کے بارہ بجے بچہ کو زیادہ تکلیف ہوتی نظر آئی۔ اور دوسری صبح وہ دس بجے بچہ میری گود چھوڑ کر اپنے خالق و مالک کے حضور جا پہنچا۔ سبھی لوگ کہتے تھے کہ مسماۃ جے دیوی نے ہی اسے کچھ کر دیا ہے۔ مگر میں اپنے اس عقیدہ پر اصرار اور مضبوطی سے قائم رہی کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یوں ہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور ارادہ میں کسی کو دخل کی قدرت نہیں۔ میں جانتی تھی کہ وہ رب العالمین میرا ایمان دیکھتا ہے اور میرا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ وہ زمانہ عجیب توہمات اور جہالت کا زمانہ تھا۔ لیکن میرے عقیدہ میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کے بعد ایک سال گذر جانے پر مجھے ایک خواب آیا کہ "ایک لڑکا ہمارے گھر (ڈسکہ میں) آیا ہے۔ اس کے پاس چوڑیاں (ونگاں) ہیں۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ آیا؟ دینے آیا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں چوڑیاں بیچنے نہیں آیا۔ بلکہ یہ بتلانے آیا ہوں کہ "آپ کو ایک گرہن لگے گا۔ سنیچر کا روز ہوگا دس بجے دن کا عمل ہوگا۔ اسکا علاج حفظ ماتقدم کے طور پر احتیاطاً لازم ہے"۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا تدارک کروں؟

اس نے جواب دیا سوا پاؤ آٹا لے کر اس میں کچی ہلدی ڈالکر گوندھ لو۔ اور اُس کا بت بنا کر اپنے چوبارہ کی باہر یا منڈیر پر جہاں ہر روز چیل بیٹھتی ہے وہاں رکھ دو۔ صبح ہوئی تو میں نے یہ غلطی کی کہ آٹا تول کر اس میں کچی بھی ملا دی اور جب پیچھے کمرہ میں جا کر تنہائی میں وہ بُت بنانے لگی تو میں نے ایک بلند آواز سنی کہ "توبہ کرو استغفار کرو" میں نے اس آٹے وغیرہ کا ایک گولہ بنا کر مکان سے باہر پھینکدیا۔ ان دنوں میں ڈسکہ میں تھی اور یہ واقعہ بھی ڈسکہ میں ہوا۔ خواب میں مجھے اس لڑکے نے مجھے یہ کہا تھا کہ بدھ کے روز یہ بت حسب ترکیب بالا تیار کروں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے مجھے اس گناہ کبیرہ اور شرک کے ارتکاب سے محفوظ فرما لیا میں نے اپنے پروردگار کا لاکھ لاکھ شکریہ کیا۔ توبہ کی استغفار کی اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ یہ شیطان ہی تھا جو اس لڑکے کی شکل میں مجھے خواب میں دکھائی دیا۔ اور مجھے گمراہی کی اور شرک و ظلم کی تعلیم دے گیا۔ یہ واقعہ بدھ کے روز کا تھا۔ اور سنیچروار کو میرے ہاں ایک لڑکا چھ ماہ کا مردہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد ایک سال گذر جانے پر پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور فرزند عطا فرمایا اس بچہ کا نام محمد رفیق رکھا۔ اس بچہ کی پیدائش پر چودھری صاحب مرحوم کے والد ماجد چودھری سکندر خان صاحب مرحوم نے کہا کہ اب وہ اس بچہ اور اس کی والدہ کو داتہ زیدکا نہ جانے دیویں گے۔ جب تک یہ بچہ بڑا نہ ہو جائے اور جب دودھ چھڑایا جائے گا۔ تو پھر لڑکے اور اس کی والدہ کو داتہ زیدکا یعنی بچہ کو ننھیال اور میرے میکے جانے کی اجازت دیجاوے گی۔ بلکہ بچے کو پیچھے اپنے پاس رکھ لیویں گے اور اس کی والدہ یعنی مجھے داتہ زیدکا میرے جانیکی اجازت ہوگی۔ یہ لڑکا نو ماہ کا ہوا تھا ایک روز چودھری صاحب (چودھری نصر اللہ خان صاحب) کے والد ماجد ایک گاؤں بھوپال والہ کو چلے گئے۔ یہ گاؤں ڈسکہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور میں بتوکل علی اللہ محمد رفیق یعنی اس بچہ کو ساتھ لے کر ڈسکہ سے داتہ زیدکا روانہ ہو گئی۔ دو ماہ داتہ زیدکا میں گذرے تھے وہی ہندو عورت مسماۃ جے دیوی کھترانی وہاں موجود تھی۔ اور اکثر ملتی رہتی تھی۔ جب تک خدا تعالیٰ کو منظور تھا وہ بچہ بھلا چنگا اور تندرست رہا۔ جب خدا تعالیٰ کو یوں ہی منظور تھا۔ تو ایک رات خواب میں وہی کھترانی مجھے دکھائی دی اور کہا:۔

"صبح اگر اس بچہ کو تم صحیح و سلامت واپس لے گئی تو مجھے کھترانی نہیں چوہڑی سمجھنا"

جب کبھی خواب میں مجھے یہ عورت دکھائی دیتی تو میں خوفزدہ ہو جایا کرتی تھی۔ اور دن کے وقت جب مجھے وہ ملتی تو میری طبیعت پر قطعاً کوئی خوف نہ ہوتا۔ بلکہ میں اس سے بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کیا کرتی ایسی خوابیں مجھے اکثر صبح سے پہلے قریب چار بجے سحری کے پہر دکھائی دیا کرتی تھیں۔

چنانچہ یہ خواب بھی میں نے سحری کیوقت چار بجے دیکھا۔ میرا یہ چوتھا بچہ تھا۔ میں جب یہ خواب دیکھ کر خوفزدہ اور گھبرائی ہوئی بیدار ہوئی۔ تو میں نے اپنی والدہ مکرمہ کو جگایا۔ میں خواب بیان ہی کر رہی تھی

کہ اس بچے نے بھی لہو کا پاخانہ کیا۔ اور لہو کی قے کی۔ میں چونکہ بچہ کو اس کے دادا جان سے چوری ساتھ لے آئی تھی اور سسرال سے اطلاع کئے بغیر میکہ کے گھر سے آئی ہوئی تھی بچہ کا یہ حال دیکھ کر میں گھبرا گئی۔ بچہ قریب المرگ نظر آتا تھا پانچ بجے صبح بہمراہی اپنی والدہ مکرمہ یعنی بچہ کی نانی اور ساتھ دو خدمت گار لے کر دونوں گھوڑیوں پر ہم ماں بیٹی سوار ہو کر بعزم ڈسکہ روانہ ہو گئیں۔

ڈسکہ سے داتہ زیدکا ۲۴ میل کے فاصلے پر ہے بارہ میل کا سفر طے کر لیا تھا۔ ابھی ڈسکہ بارہ میل کے فاصلہ پر تھا کہ بیابان میں گھوڑی روک کر تنہائی میں خدا تعالیٰ سے فریاد کی کیونکہ میں بہت آگے نکل آئی تھی۔ میری والدہ مکرمہ اور دونوں خدمت گار ساتھی ابھی بہت پیچھے تھے۔ اور بڑے درد سے دعا کی کہ الٰہی ویسے تو تیری مرضی پوری ہو کر رہے گی۔ اگر اس بچہ کی زندگی تجھے منظور ہے تو تیرا احسان ہے۔ لاکھ لاکھ شکر کرتی ہوں۔ اگر تیرے حضور اس کی زندگی اتنی ہی ہے اور موت قریب۔ تو پھر مجھ عاجزہ خطاکار تقصیر وار لونڈی کے حال پر رحم فرما۔ اور میرا پردہ رہ جاوے کہ تو اپنے بندوں پر ترس فرما کر اس بچہ کو ابھی آٹھ روز اور مہلت بخش اور زندگی عطا فرما کہ میرے سسرال والوں کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ یہ بچہ بیمار ہو گیا تھا۔ اور مجھے میرے سسرال والوں کے طعن و طنز وغیرہ ...... وغیرہ کی سختی سے نجات بخش۔ مبادا وہ مجھ پر الزام دھریں کہ میں بچہ کو اپنے ہمراہ داتہ زیدکا لے گئی تھی تو بچہ بیمار ہو گیا ورنہ ڈسکہ رہتا تو بچ جاتا

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری بیکسی کی فریاد سن لی اور میری پکار قبول فرمائی۔ بچہ نے اسیوقت آنکھ کھول لی اور مجھے آواز دی۔ اور تندرست نظر آنے لگا۔ غرضیکہ مجھے مہلت مل گئی۔ اور وہ آٹھ روز بچہ راضی خوشی ہنستا کھیلتا اور خوش و خرم کودتا پھدکتا پھرتا تھا۔ نویں روز وہ بچہ پھر بیمار ہوا۔ بیسویں روز دس ماہ کی عمر میں فوت ہو گیا۔

اس کی وفات سے ایک سال بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکی عطا فرمائی۔ اس کی پیدائش سے پہلے مجھے ایک خواب آیا کہ وہی ہندو عورت ہمارے گھر آئی ہے۔ ان دنوں میں اپنے میکہ میں تھی۔ اور خواب ہی میں میری والدہ نے اس ہندو عورت کو مخاطب کر کے کہا کہ:۔

"بے بے جے دیئی اب ہمارے گھر آنا چھوڑ دو"

اس نے جواب دیا "تیرہ دن اور سولہ دن آؤں گی پھر نہ آیا کروں گی"

چنانچہ پورے تیرہ روز بعد لڑکی پیدا ہوئی اور سولہ دن زندہ رہ کر مر گئی۔

اس کے بعد ایک رات پھر خواب میں وہ عورت ہمارے گھر آئی۔ ان دنوں میں سیالکوٹ میں تھی۔ اس شام میں نے گائے کا گوشت کھایا تھا۔ جب خواب میں وہ عورت ہمارے مکان کے صحن میں پہنچی تو اس نے واویلا کرنا شروع کر دیا اور شور مچا دیا "واہگورو واہگورو میں تمہارے مکان میں کبھی قدم نہ رکھوں گی۔ اور اب کبھی نہ آؤں گی۔ تم نے تو گائے کا گوشت کھایا ہے۔ گئو ہتیا کی ہے" یہ غوغا بار بار کرتی جاتی ہے۔ اور الٹے پاؤں واپس لوٹتی گئی ہے۔ اور سات ماہ بعد پھر ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہی عورت پھر ہمارے گھر آئی ہے اس کے ہاتھ میں ایک دیگچہ میٹھے چاولوں کا تھا۔ میں صحن میں تھی کہ اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ یہ لو میٹھے چاول جہاں چاہو رکھوا لو۔ دیگچہ پر پیتل کا ڈھکنا اور پیتل کا چمچہ ساتھ تھا میں خواب میں اسے دیکھ کر حسب عادت ڈر گئی اور کہا کہ "بوا مائی کو دیدو" یہ مائی ہماری خادمہ تھی اور ہمارا کھانا پکایا کرتی تھی۔ وہ دیگچہ معہ پیتل کے ڈھکنے اور بیچ پیتل کے چمچہ کے میٹھے چاولوں سے بھرا ہوا اندر ہماری اس خدمت گار بڑھیا مائی کو دے کر پھر مجھے صحن کے درمیان میں ملی اور کہا کہ "آج رات جھنڈولہ آئے گا۔ اونٹ کے بال کے ساتھ اس کے کان اور ناک میں سوراخ کر کے باندھ لینا" صبح ہوئی تو میں نے ظفر اللہ خان کے والد صاحب سے یہ خواب بیان کیا۔ انھوں نے اونٹ کے بال اور سوئی منگوا دی۔ اگلی رات دس بجے کے وقت چودھری ظفر اللہ خان صاحب پیدا ہوئے۔ جب ناک کان چھیدنے لگے تو پھر میں نے ایک بلند آواز سنی "توبہ کرو استغفار کرو" یہ میرا چھٹا بچہ تھا یہ آواز سنتے ہی میں نے ظفر اللہ خان کے باپ سے اونٹ کا بال اور سوئی دونوں چھین لیے اور کہا کہ میں ایسا ہرگز نہ کرنے دونگی کہ بچے کے کان اور ناک اس سوئی اور اونٹ کے بال سے چھیدے جاویں" چودھری صاحب غضبناک ہو کر تقاضا کرنے لگے کہ "ضرور کان اور ناک چھید دیئے جائیں"

میں نے کہا "جو آواز خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے کانوں میں اس سختی اور بلندی کے ساتھ سنائی دی ہے وہ آپ نے نہیں سنی؟" غرضیکہ چودھری صاحب کو اپنی ضد پر اصرار تھا اور مجھے انکار پر اصرار۔ آخر چودھری صاحب یعنی ظفر اللہ خان کے والد ماجد مرحوم مان گئے اور ضد چھوڑ دی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کیا کہ اس غفور الرحیم خدا نے ہمیں اس شرک عظیم سے بچا لیا۔ اور گناہ کے ارتکاب اور گمراہ کن نتائج سے نجات بخشی ظفر اللہ خان کی عمر چھ ماہ کی تھی۔ جب میرے وہ تایا صاحب (یعنی میرے والد ماجد کے برادر اکبر) جنہوں نے پہلے پہل خواب میں مجھے دو اٹھنیاں (آٹھ آنہ قیمت کا چاندی کا سکہ) اور ایک روپیہ دیا تھا فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ظفر اللہ خان میری گود میں تھا۔ ظفر اللہ خان کے باپ اور دادا صاحب کہنے لگے کہ وہ مجھے داتہ زیدکا یعنی میرے میکہ میں اپنے تایا صاحب کی وفات پر تعزیت کیلئے جانے نہیں دینگے۔ ادھر مجھے اصرار کہ میں ضرور جاؤں گی۔ وہ ہندو عورت میرے میکہ میں بصحت وسلامت موجود تھی۔ تین دن تک یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے عزیز القدر ظفر اللہ خان کو ساتھ لے گئی۔ جب میں گھر پہنچی تو وہی ہندو عورت کاہ جے دیئی بھی آ گئی اور مجھ سے دور ہٹ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اس عورت کو اپنے پاس بلا لیا عزیز القدر ظفر اللہ خان کا ہاتھ اسکے ماتھے پر رکھوا کر سلام کرایا اس عورت نے پیار دیا۔ اور سر پر ہاتھ پھیر کر سوال کیا کہ بوندی کے کپڑے کا ایک لہنگا اور ٹھپکیہ والا سر کا دوپٹہ بھجوانا۔

میں نے جواب دیا کہ "بوا مجھے ڈر لگتا ہے کہ تمہیں لہنگا اور دوپٹہ دے تو دوں مبادا میرا خدا اس فعل کو میری طرف سے رشوت قرار دے"

میرا باپ سن کر ناراض ہوا کہ میں نے کیوں انکار کیا اور یہ نہ کہا کہ "دیدونگی" میں نے کہا کہ میں اپنے خدا کو راضی کرنا مقدم سمجھتی ہوں۔ میرے باپ نے کہا کہ وہ خود سیالکوٹ سے اسے کپڑے منگوا دینگے اور کہہ دینگے کہ ظفر اللہ خان کے والد نے بھیجے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ منگوا دیویں۔ میرا خدا اور رسول مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ تو نے رشوت دی تھی تو میں جواب دونگی مجھ سے باز پرس نہ فرمائی جاوے۔ میرے باپ سے پوچھا جاوے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرتی ہوں جس نے ہمیشہ مجھے گمراہی اور تباہی سے اپنے فضل اور رحم کیساتھ بچا لیا اور ہر لغزش کیوقت میری دستگیری فرما کر مجھے ہمیشہ سیدھا راستہ دکھایا اور سیدھے راستہ پر قائم رکھا۔ اور ظالموں میں شامل ہونیسے نجات بخشی۔

میں کیونکر احمدی ہوا؟

جناب حبیب احمد شیخ محلہ سرائے سرکاری پونچھ کے حالات

(گذشتہ سے پیوستہ)

اتنے میں جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ نے جناب مولوی محمد حسین صاحب احمدی مبلغ کو پونچھ میں تعینات فرمایا۔ نیز موسم گرما کی تعطیلات میں منشی احمد الدین صاحب آف پونچھ حال مہاجر قادیان اپنے بچوں کو ہمراہ لے کر اپنے چچا منشی نواب علی خان صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ پونچھ کے گھر گرمیوں کے ایام گذارنے کے لئے تشریف لائے۔ ان کے ذریعہ بھی خاکسار کو تبلیغ ہوتی رہی۔ ان دنوں احمدیت کے خلاف بہت شور پڑا ہوا تھا

ایک دن جبکہ میں نماز عصر ادا کرنے مسجد میں گیا تو دیکھا وہاں ایک غیر احمدیوں کی ایک جماعت کچھ کمیٹی کر رہی ہے اسوقت میں نے بیعت نہیں کی ہوئی تھی۔ مسجد میں ذیل کے احباب بیٹھے ہوئے تھے۔

منشی نبی بخش نظامی۔ بابو پیر محمد صاحب ایجنٹ سنگر کمپنی مولوی ابراہیم صاحب سابق مدرس اسلامیہ ہائی سکول پونچھ چودھری گلزار خان صاحب۔ منشی کرمداد خان صاحب ملازم محکمہ مال پونچھ۔ مولانا محمد فاضل صاحب برادر خورد بابو محمد یوسف صاحب کلرک دفتر پرائیوٹ سری راجہ بہادر پونچھ اور دیگر چند ایک احباب غالباً انجمن اسلامیہ کے کاغذات کا فیصلہ کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر ایک نے کہا:۔

"مرزائی آیا ہے اس کے سامنے کوئی بات مت کرو"

دوسری طرف منشی کرمداد خان صاحب کھڑے ہو کر فرمانے لگے "کوئی مرزائی یا مرزائی نواز مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا ہمارا حکم ہے کہ وہ باہر نکل جائیں"

میں نے للکار کر کہا کہ "میں نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا ہوں۔ تم لوگ یہاں پر پرائیوٹ کام کر رہے ہو۔ یہ خانہ خدا ہے۔ عبادت کا گھر ہے۔ مجھے نکالنے کی کسی کو جرأت نہیں ہے"

اسپر میرے ماموں صاحب سے جو اس مجلس میں موجود تھے

اُٹھ کھڑے ہوئے اور منع کرنے والوں کو کہا:-

"میں دیکھوں گا کہ تم لوگ اس کو کس طرح مسجد سے نکال سکتے ہو اگر نکال سکتے ہو تو نکال لو"

اس پر منشی نبی بخش صاحب نظامی نے کھڑے ہو کر مجھے پکڑ لیا کہ یہ ہمارا بھائی ہے۔ ابھی مرزائی نہیں ہوا۔ دعا ہے کہ یہ جلد خیالات میں تبدیلی کرے۔ اور مجھے منشی کرمداد صاحب کے پاس بٹھا دیا۔ میں منشی گلزار خان کی اخلاقی خاموشی کو دیکھ کر سخت متاثر ہوا کہ دیکھو ایک ہی محلہ کے دو آدمی ہیں۔ ایک نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ دوسرا بیچارا ان کے بدلے بداخلاقیوں کا احساس کر کے کس قدر شرمندہ ہو رہا ہے۔ میری وجہ سے اعلان کر دیا گیا کہ کمیٹی برخاست لوگ منتشر ہو گئے اور میں یہ محسوس کر کے کہ جس جگہ اس قسم کی بد اخلاقیاں عمل میں آئیں۔ وہ کسی صورت میں بھی خانہ خدا نہیں کہلا سکتا۔ میں بھی ان کے ساتھ بغیر نماز ادا کئے گھر واپس لوٹا۔ جب میں تھوڑی ہی دور گیا تو منتشر شدہ افراد پھر اکٹھے ہو کر مسجد میں گھس گئے نہ معلوم وہاں کیا ہوا

میں ان کی بد اخلاقی سے متاثر ہو کر میں میاں غلام حسین صاحب احمدی کی دوکان پر گیا اور سب حالات سنائے۔ انھوں نے فرمایا وہ جو کچھ مرضی ہو وہ کریں تم بد اخلاقی کا جواب بد اخلاقی سے مت دو۔ بلکہ ان کے لئے دعائیں کرتے رہو کہ خدا ان کو ہدایت دے

ان کی نصیحت کا میرے قلب پر بہت ہی اثر ہوا

اس کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا۔

"ایک کھلا میدان ہے۔ دو فریقین کا وہاں پر جلسہ ہے۔ ایک ٹکڑے میں اچھے اچھے سبز درخت باغ و کھلی جگہ میں جلسہ ہے۔ دوسری جگہ نہایت چھوٹی اور بنجر جیسی ہے اور کوئی رونق نہیں۔ میں بھی اس جلسہ گاہ میں گیا۔ دائیں طرف سبز باغ رونق افروز ہیں اور بائیں طرف بالکل بے رونقی جیسی ہے۔ لیکن بنجر زمین کی طرف آدمی بہت زیادہ ہیں اور شور مچا رہے ہیں۔ اس زمین کی طرف سے ایک دو آدمی میری طرف آئے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ہم سری راجہ صاحب بہادر کے پاس جا رہے ہیں کہ چھوٹی تعداد والی جماعت کو اعلیٰ جگہ اور کشادہ عنایت کی گئی ہے۔ لیکن بڑی تعداد والی جماعت کو نہایت گندی و تنگ جگہ جلسہ کے لئے دی گئی ہے۔ میں نے ان کو بلا کر کہا کہ ابھی تمہارے دیکھتے دیکھتے تمہارے لوگوں کی جماعت میں سے سولہ سترہ سو آدمی احمدیت میں داخل ہونگے تو پھر ان کی جماعت بھاری ہو جائیگی۔ اور تمہارا دعوئے اکثریت کا باطل ہوگا۔ اسلئے وہاں کیوں وقت ضائع کرنے جاتے ہو"

پھر میں بیدار ہو گیا سابقہ تاثرات احمدیت۔ بداخلاقی مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ اور صریح قدرتی مشاہدات و اشارات نے کمترین کو احمدیت کے قریب کر دیا۔ اور خدا تعالیٰ کے محض فضل سے بذریعہ تحریر جولائی ۳۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد میں اپنے اندر کافی تبدیلی محسوس کرتا ہوں۔ یہ کوئی فخر اور اترانے کی بات نہیں بلکہ محض سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت و تاثرات کا اظہار کرنے کے لئے فطرتاً مجبور ہوں

حالات محولہ بالا حرف بحرف صحیح ہیں اگر کوئی غیر احمدی دوست جن کے نام اس میں مذکور ہیں میرے اس حق کے اظہار پر ناراض ہوں۔ تو میں محض ہمدردی بنی نوع انسان مدنظر رکھتے ہوئے ان سے معافی مانگ سکتا ہوں۔ لیکن سچائی کے اظہار میں اسلام کی رو سے خدا کا غضب لینے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا۔

قارئین الحکم و دیگر احمدی صاحبان عاجز کے لئے دعائے خیر کریں کہ خدا تعالیٰ کمترین کی لغزشیں معاف فرمائے گندگیوں سے محفوظ رکھ کر خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے مخالفین سلسلہ کو حق قبول کرنے کی ہدایت بخشے نیز موجودہ سخت مخالفت میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کو خداوند کریم اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین۔ ثم آمین

(خاکسار شیخ حبیب احمد احمدی ولد عبدالغنی مرحوم سراج سکنہ محلہ سرائے پونچھ (کشمیر) حال گیس علاقہ گلگت (کشمیر ۱۴ ۱۲/۴۴)

وصیت نمبر ۸۰۷۱ ۔ منکہ غلام فاطمہ زوجہ مولوی صالح محمد فاضل تاریخ بیعت پیدائشی ساکن قادیان محلہ دارالرحمت تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ ۶/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد غیر منقولہ حسب ذیل ہے ایک جوڑی کنگن سنہری قیمتی -/۴۵۰ بٹن ۴ عدد و معہ زنجیر -/۳۰ کانٹے سنہری ایک جوڑی -/۴۰ ٹکا ایک عدد -/۱۷ - انگوٹھی ایک عدد -/۷ پچھیاں ایک جوڑی نقری -/۱۰ - ہار بمعہ شہسر -/۴۰۰ کل میزان -/۹۵۴ نقد -/۷۵ کل میزان -/۱۰۲۹ علاوہ ازیں آجکل بصورت ملازمت -/۵۰ ماہوار آمدنی ہے۔ میں کل جائداد مذکورہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں اور کوشش کرونگی کہ حصہ وصیت -/۱۰۳ روپیہ اپنی زندگی ہی میں ادا کر دونگی۔ اگر خدانخواستہ یہ رقم اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکوں تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کو کلی اختیار ہوگا کہ میری متروکہ جائداد سے حصہ وصیت وصول کرے۔ نیز میں اپنی ماہوار آمدنی کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اور مقرر کرتی ہوں کہ اپنی ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ ادا کرتی رہوں گی۔ میں اگر کوئی اور جائداد پیدا کروں یا کسی اور صورت سے مجھے جائداد مل جاوے تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی فقط

العبد غلام فاطمہ بقلم خود گواہ شد عبدالغفور مولوی فاضل دارالفضل قادیان گواہ شد: صالح محمد احمدی مولوی فاضل دارالفضل قادیان ۲۲ ۶/۴۴

THE. STAR HOSIERY. WORKS, L.T.D. QADIAN

دی سٹار ہوزری ورکس لمیٹیڈ قادیان

قومی تجارت کو فروغ

دینے کے لئے "دی سٹار ہوزری ورکس لمیٹیڈ کے حصص خرید فرماویں۔ قیمت فی حصہ عہ۱۰ جو کہ مندرجہ طریق پر ادا ہیں

درخواست کے ہمراہ	مبلغ دو روپے فی حصہ	
تخصیص حصص پر	" تین روپے	
مطالبہ اول	دو روپے آٹھ آنے	ان ہر دو مطالبوں میں کم از کم تین ماہ کا وقفہ ہوگا۔
مطالبہ ثانی	" "	

مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے دفتر سے خط و کتابت فرمائیں

خادم:- جنرل مینیجر دی سٹار ہوزری ورکس لمیٹیڈ قادیان

رسالہ "شاہکار" لاہور کی خصوصیات

جو رسالہ ملک کے فاضل ادیب علامہ تاجور کی ایڈیٹری میں شائع ہوا کریگا۔

(۱) ۲۰×۲۶/۴ بڑا سائز۔ پھر اس جہازی سائز کا ہر صفحہ دو کالمی چھپا ہوا ۳۰ سطر کا اور ۷۲ صفحات ضخامت کتابت باریک گویا ہر ایک نمبر میں عام پرچوں کے تین نمبر کی برابر مضامین سمائینگے۔

(۲) امسات رنگ کا حسین سرورق سہ رنگی و یک رنگی کئی قابل دید تصاویر گراں معاوضے پر مستند اہل قلم سے لکھوائے ہوئے گرانمایہ مضامین سبق آموز افسانے ولولہ انگیز نظمیں معیاری تنقیدیں ظریفانہ مضامین ترقی یافتہ زبانوں کے ادب سے جاندار حصوں کے ترجمے تحقیق و تلاش سے لکھے ہوئے علمی مقالات۔ تازہ ترین سائنٹفک تحقیقات و معلومات۔ نسوانی ترقیات دنیا کے تعلیمی حالات وغیرہ۔

(۳) مقالات کی جامعیت اور افرادی مضامین کا تنوع اور ہمہ گیری اسلوب نگارش کی ندرت اور بلند پایگی۔ تصاویر و ترتیب کی دلکشی و دیدہ زیبی۔ آپکے علمی استعداد ادبی صلاحیت اور ذوق سلیم کی لطافت میں گرانمایہ اضافہ کا باعث ہوگی۔

(۴) فن صحافت۔ سیاست افسانہ نگاری۔ ڈرامہ نویسی۔ شاعری۔ مصوری اور فنون ادبیہ علم معانی۔ علم بیان۔ فصاحت و بلاغت۔ صنائع و بدائع اور تمام اصناف ادب پر ایسے تعلیمی و تنقیدی مضامین جن کے مطالعہ سے زیر تعلیم لڑکے اور لڑکیاں۔ عام اردو خواں اور اسکولوں کے استاد اعلیٰ درجے کے ادیب اور انشا پرداز بن سکتے ہیں۔

(۵) مڈل اور ہائی جماعتوں سے لیکر ایف۔ اے۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے اور مقابلے کے امتحانوں میں شریک ہونیوالے طلبا "شاہکار" کے لگاتار مطالعے سے اردو نصاب کی طویل و ثقیل کتابوں سے بے نیاز ہو جائینگے۔

(۶) کوئی رسالہ خریدنے سے پہلے سب پرچوں کے نمونے طلب کیجئے۔ پھر فیصلہ کیجئے

سالانہ چندہ چھ روپے معہ محصول ڈاک وی پی ۴ فی پرچہ آٹھ آنے

دفتر رسالہ "شاہکار" لاہور